سہ ماہی

صالحات

خواتین کے لیے

زیرِ سرپرستی

جاوید احمد غامدی

جلد: 1 شمارہ: 1 جولائی - ستمبر 2024ء

علم و آگہی اور شعور و تربیت

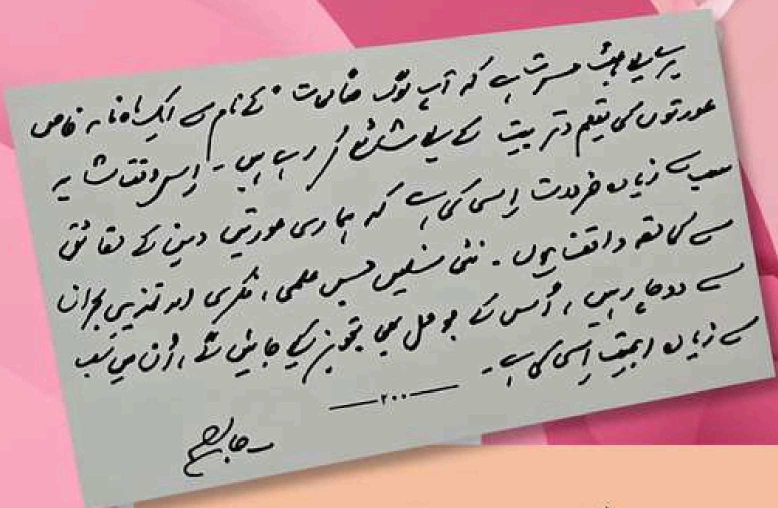

میرے لیے باعث مسرت ہے کہ آپ لوگ صالحات کے نام سے ایک رسالہ خاص
عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لیے شائع کر رہے ہیں۔ اِس وقت شاید
سب سے زیادہ ضرورت اِسی کی ہے کہ ہماری عورتیں دین کے حقائق
سے کما حقہ واقف ہوں۔ نئی نسلیں جس علمی، فکری اور تہذیبی بحران
سے دوچار ہیں، اُس کے جو حل بھی تجویز کیے جائیں گے، اُن میں سب
سے زیادہ اہمیت اِسی کی ہے۔

میرے لیے باعث مسرت ہے کہ آپ لوگ ”صالحات“ کے نام سے ایک رسالہ خاص عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لیے شائع کر رہے ہیں۔ اِس وقت شاید سب سے زیادہ ضرورت اِسی کی ہے کہ ہماری عورتیں دین کے حقائق سے کما حقہ واقف ہوں۔ نئی نسلیں جس علمی، فکری اور تہذیبی بحران سے دوچار ہیں، اُس کے جو حل بھی تجویز کیے جائیں گے، اُن میں سب سے زیادہ اہمیت اِسی کی ہے۔

—— جاوید

www.ghamidi.org

غامدی سینٹر آف اسلامک لرننگ، المورد امریکہ

علم و آگہی اور شعور و تربیت

سہ ماہی

صالحات

خواتین کے لیے

زیر سرپرستی
جاوید احمد غامدی

جلد: 1 شمارہ: 1 جولائی- ستمبر 2024ء

مدیر: نعیم احمد بلوچ نائب مدیر: یاسمین فرخ

مجلس ادارت

ارم نبی، بینش سلیم، ثوبیہ نورین، غزل چودھری ، نکہت ستار، وجیہہ حسان واحدی

مجلس مشاورت

کوکب شہزاد، منیزہ ہاشمی، نسرین آفتاب، ڈاکٹر عظمیٰ عثمان، بشریٰ اعجاز

نگران: محمد حسن الیاس

www.ghamidi.org

غامدی سینٹر آف اسلامک لرننگ، المورد امریکہ

سہ ماہی
صالحات
خواتین کے لیے

علم و آگہی
شعور و تربیت

فہرست مضامین

1-	قرآن میں خواتین کا مقام	مولانا امین احسن اصلاحی/ جاوید احمد غامدی	04
2-	ناقصاتِ عقل و دین کی حقیقت	ڈاکٹر شہزاد سلیم/کوکب شہزاد	07
3-	قصہ مختصر (شذرات)	مدیر	10
4-	ملکہ زبیدہ بنت جعفر: ایک عہد ساز شخصیت	یاسمین فرخ	13
5-	شخصی انفرادیت کا آغاز اور احترام	ثوبیہ نورین	20
6-	پہلے قتل کے بعد	نعیم احمد بلوچ	25
7-	اینڈرائیڈ فون، ماسی اور ٹک ٹاک	یاسمین فرخ	36
8-	"صالحات" (نظم)	محمد وقاص رشید	40
9-	پیغامات	قارئین	45
10-	تبصرہ و تعارف	ادارہ	49

تعلیم القرآن

مولانا امین احسن اصلاحی / جاوید احمد غامدی

قرآن میں خواتین کا مقام

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ ﴿۱۔النساء﴾

لوگو، اپنے اُس پروردگار سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس سے اُس کا جوڑا بنایا۔ اور اِن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیں۔ اُس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مدد چاہتے ہو اور ڈرو رشتوں کے توڑنے سے۔ بے شک، اللہ تم پر نگران ہے۔ (ترجمہ جاوید احمد غامدی)

تفسیر

اس آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن میں لکھتے ہیں:

اِس آیت میں جس تقویٰ (اللہ سے ڈرو) کی ہدایت کی گئی ہے، اُس کا ایک خاص موقع و محل ہے۔ اِس تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ یہ خلق آپ سے آپ وجود میں نہیں آگئی ہے، بلکہ خدا کی پیدا کی ہوئی ہے جو سب

کا خالق بھی ہے اور سب کا رب بھی۔ اِس وجہ سے کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اِس کو ایک بے مالک اور بے راعی (چرواہے) کا ایک آوارہ گلہ سمجھ کر اِس میں دھاندلی مچائے اور اِس کو اپنے ظلم و تعدی کا نشانہ بنائے، بلکہ ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اِس کے معاملات میں انصاف اور رحم کی روش اختیار کرے، ورنہ یاد رکھے کہ خدا بڑا زور آور ہے۔ جو اُس کی مخلوق کے معاملات میں دھاندلی مچائیں گے، وہ اُس کے غصے اور سزا سے نہ بچ سکیں گے۔ وہ ہر چیز کی نگرانی کر رہا ہے۔ دوسری یہ کہ تمام نسل انسانی ایک ہی آدم کا گھرانا ہے۔ سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آدم و حوا کی نسل سے پیدا کیا ہے۔

نسل آدم ہونے کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ اِس پہلو سے عربی و عجمی، سرخ و سیاہ اور افریقی و ایشیائی میں کوئی فرق نہیں، سب خدا کی مخلوق اور سب آدم کی اولاد ہیں۔ خدا اور خون کا رشتہ سب کے درمیان مشترک ہے۔ اِس کا فطری تقاضا یہ ہے کہ سب ایک ہی خدا کی بندگی کرنے والے اور ایک ہی مشترک گھرانے کے افراد کی طرح آپس میں حق و انصاف اور مہر و محبت کے تعلقات رکھنے والے بن کر زندگی بسر کریں۔ تیسری یہ کہ جس طرح آدم تمام نسلِ انسانی کے باپ ہیں، اُسی طرح حوا تمام نسلِ انسانی کی ماں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حوا کو آدم ہی کی جنس سے بنایا ہے، اِس وجہ سے عورت کوئی ذلیل، حقیر، کم تر اور فطری گناہ گار مخلوق نہیں ہے، بلکہ وہ بھی شرف انسانیت میں برابر کی شریک ہے۔ اُس کو حقیر و ذلیل مخلوق سمجھ کر نہ اُس کو حقوق سے محروم کیا جا سکتا نہ کم زور خیال کر کے اُس کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ چوتھی یہ کہ خدا اور نسل کا واسطہ ہمیشہ سے باہمی تعاون و ہمدردی کا محرک رہا ہے۔ جس کو بھی کسی مشکل یا خطرے کا سامنا ہوتا ہے، وہ اُس میں دوسروں سے خدا اور نسل و خاندان کا واسطہ دے کر اپیل کرتا ہے اور یہ اپیل چونکہ فطرت پر مبنی ہے، اِس وجہ سے اکثر حالات میں یہ موثر بھی ہوتی ہے۔ لیکن خدا اور نسل کے نام پر حق مانگنے والے اکثر یہ بھول جاتے ہیں کہ جس طرح اِن واسطوں پر حق مانگنا حق ہے، اُسی طرح اِن کا حق ادا کرنا بھی فرض ہے۔

جو شخص خدا اور نسل کے نام پر لینے کے لیے تو چوکس ہے، لیکن دینے کے لیے آمادہ نہیں ہے، وہ خدا سے دھوکا بازی اور نسل سے بے وفائی کا مجرم ہے اور اِس جرم کا ارتکاب وہی کر سکتا ہے جس کا دل تقویٰ کی روح سے خالی ہو۔

خدا اور رحم (نسل) کے حقوق پہچاننے والے جس طرح اِن ناموں سے فائدے اٹھاتے ہیں، اُسی طرح

اِن کی ذمہ داریاں بھی اٹھاتے ہیں اور درحقیقت حق طلبی و حق شناسی کا یہی توازن ہے جو صحیح اسلامی معاشرے کا اصلی جمال ہے۔اس طرف "اُس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مدد چاہتے ہو اور ڈرو رشتوں کے توڑنے سے" کے الفاظ سے اشارہ کیا گیا ہے۔

تعلیم الحدیث

تحقیق: ڈاکٹر شہزاد سلیم / ترجمہ: کوکب شہزاد

ناقصاتِ عقل و دین کی حقیقت

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیّ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ أَضْحٰی أَوْ فِطْرٍ إِلَی الْمُصَلّٰی، فَمَرَّ عَلَی النِّسَاءِ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ... مَا رَأَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِیْنٍ أَذْہَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاکُنَّ، قُلْنَ: مَا نُقْصَانُ دِیْنِنَا وَعَقْلِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: أَلَیْسَ شَہَادَۃُ الْمَرْأَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَہَادَۃِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَ بَلٰی، قَالَ: فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِہَا، أَلَیْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ قُلْنَ: بَلٰی، قَالَ: فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِہَا. (بخاری، رقم ۲۹۸)

”حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی یا عید الفطر کے موقع پر نماز پڑھنے کی جگہ پر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اے خواتین کے گروہ،... باوجود "ناقصات عقل و دین" ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو مضبوط ارادے والے مرد کو مخبوط الحواس کرتے نہیں دیکھا۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے مذہبی اور دنیاوی امور میں کیا "نقص" ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: یہ اس کے دنیاوی امور کا نقص ہے۔ (آپ نے فرمایا): کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب حیض سے ہوتی ہے تو نہ وہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ان کے دینی امور کا نقص ہے۔''

اس غلط فہمی کے پیدا ہونے کی وجہ اس حدیث میں عربی کی ترکیب 'نَاقِصَاتُ عَقْلٍ وَدِیْنٍ' کا غلط ترجمہ ہے۔ عام طور سے لفظ 'نقص' کے وہی معنی لیے جاتے ہیں جو اردو میں ''نقص''، یعنی عیب کے ہیں، جبکہ عربی کے فعل 'نقص' کے معنی کم کرنے کے ہیں (لسان العرب، ابن منظور ۷/۱۰۰۱) اور جب ''عقل'' کا لفظ ''دین'' کے ساتھ اس طرح استعمال ہوتا ہے تو ''عقل'' کے معنی دنیاوی امور کے ہوتے ہیں۔ اگر ان دونوں پہلوؤں کو اور سیاق وسباق کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو 'نَاقِصَاتُ عَقْلٍ وَدِیْنٍ' کے معنی یہ ہوں گے کہ خواتین کو دنیا اور دین کے معاملات میں رعایت دی گئی ہے۔ دنیاوی امور میں رعایت، جیسا کہ اس حدیث میں آگے بیان ہوا ہے، یہ ہے کہ انھیں بعض معاملات میں زحمت نہیں دی گئی۔ مثال کے طور پر قرآن مجید قانونی دستاویزات میں گواہ بننے کی ترغیب مردوں کو دیتا ہے اور خواتین کو عدالتوں کے چکر لگانے اور اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی زحمت نہیں دینا چاہتا، جبکہ کوئی دوسرا یہ بخوبی کام کر سکتا ہے۔ معاشرے کو چاہیے کہ وہ خواتین کو اس طرح کے معاملات میں صرف اسی وقت شامل کرے جب مرد میسر نہ ہوں۔

اسی طرح اسلام نے خواتین کو دین کے معاملات میں یہ رعایت دی ہے کہ انھیں مخصوص ایام میں نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا، جیسا کہ حدیث میں آگے بیان ہوا ہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ ضروری نہیں کہ دو مختلف زبانوں میں مستعمل ایک ہی لفظ کے معنی بھی ایک ہوں۔ مثال کے طور پر لفظ ''غلیظ'' کے معنی عربی میں ''مضبوط'' کے ہیں، جبکہ اردو میں ''غلیظ'' کے معنی ''گندے'' کے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید (النساء ۴: ۲۱) نے نکاح کو 'مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا'، یعنی ''مضبوط معاہدہ'' کہا ہے۔

مزید برآں جو لوگ اس حدیث کی بنا پر خواتین کو مردوں سے کم عقل سمجھتے ہیں، وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ حدیث میں خواتین کو صرف ''ناقصات عقل'' نہیں کہا گیا، بلکہ ''ناقصات دین'' بھی کہا گیا ہے۔ اگر ''ناقصات عقل'' کے معنی یہ لیے جائیں کہ خواتین عقل میں مردوں سے کم تر ہیں تو پھر

تعلیم الحدیث

''ناقصات دین'' کا معنی یہ لینے پڑیں گے کہ جس دین کی وہ پیروی کرتی ہیں، اس میں بھی کچھ خلل اور کمی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات درست نہیں ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ یہ غلط فہمی اردو میں ''نقص'' کے جو معنی ہیں، وہی عربی میں مراد لینے سے پیدا ہوئے ہیں، ورنہ اس حدیث میں جو بات بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خواتین کو بعض دنیاوی اور بعض دینی امور میں رعایت دی گئی ہے۔

مدیر

قصہ مختصر

کسی نادیدہ عالم میں جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو آدم کی تخلیق کے منصوبے کی خبر دے رہا تھا تو ملائکہ نے عرض کی تھی کہ پروردگار اسے اختیار دے گا تو وہ بہت فساد برپا کرے گا۔ فرشتوں کا اندازہ اصول میں ہرگز غلط نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ جسے زیادہ اختیار ملا تھا اسی نے زیادہ شر پھیلانا تھا۔ مرد و عورت میں یہ اختیار بعض صورتوں میں مرد کے پاس زیادہ تھا اور اسی لیے وہ عورت کے ساتھ شر انگیزی میں ہر دور میں آگے رہا۔

وہ خدا کی تعلیم سے دور ہوا تو اس نے سب سے پہلے عورت کے مقام ہی کو بدل کر رکھ دیا۔ خدا کی مہمان گاہ یعنی " الجنت " میں آدم و حوا شیطان کے بہکاوے کا یکساں طور پر شکار ہوئے مگر بھٹکے مردوں نے الزام عورت پر دھرا اور اسے بہکانے کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ تمدن کی طرف سفر شروع ہوا تو پروردگار نے اسے مرد کا ساتھی اور رفیق بنانے کا اعلان کیا تھا لیکن شریروں نے اسے اپنی ملکیت بنا ڈالا۔ اسے اس کی معاشی ذمہ داری دی تو اس اختیار کی آڑ میں بے اعتدال " قوام " نے اسے باندی و ملازم سمجھ لیا۔ خاص دور کے تمدن کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے مردوں کو تعدد ازواج کی اجازت دی تو ہوس کے ماروں نے اپنے اپنے حرم سجا لیے۔ مرد عمومی طور پر جسمانی طاقت میں عورت سے بڑھ کر تھا تو وہ قوت کے نشے میں بہک کر اس کا استحصال کرنے لگا۔ اور اس استحصال کی اتنی قسمیں ہیں کی ان کا شمار کرنا ممکن نہیں۔

پروردگار کی ہدایت نے بار بار اس کی رہنمائی کی۔ تاریخ رسالت کے تینوں بڑے ادوار کے آغاز میں اپنا

فیصلہ اور سنت کے آثار ثبت کیے۔ حاجرہ کو اسماعیل کی والدہ بنا کر، ام موسیٰ یوکبد کو اپنے بیٹے کو صندوق میں ڈلوا کر، کنواری مریم کو حاملہ کر کے مسیح کی ماں بنا کر اور خدیجہ کو آخری پیغمبر کی غم خوار و رفیق بیوی اور عائشہ کو دین کی سب سے بڑی معلمہ بنا کر یہ دکھایا کہ رسالت کا سلسلہ خواتین کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ مگر بات فرشتوں کی ثابت ہو کر رہی۔ اختیار کے غرے میں بھٹکے مردوں نے عورت پر جی بھر کر حکومت کی۔ نکلتا تو وہ اسی کی گود ہی سے تھا مگر جیسے ہی وہ ارسطو افلاطون بن کر کھڑا ہوتا تو اسے کبھی پاؤں کی جوتی قرار دیتا کبھی ٹیڑھی پسلی، کبھی ناقص العقل تو کبھی ادھوری انسان۔ کبھی ازلی گناہ گار تو کبھی دجل و فریب کا استعارہ۔ ایسے مردوں نے اس پر احسان بھی کیا تو اسے داسی بنایا۔ رنگ کائنات قرار دے کر رونق محفل بنایا، اس کے حسن کی تعریف کی تو سر بازار نچوا کر کی۔ اپنی ہوس کی خاطر اسے جنس خرید و فروخت بنایا اور ہیرے جوہرات کی ہتھکڑیوں، ہاروں کے طوقوں اور پازیبوں کی بیڑیوں میں جکڑ دیا۔

اللہ کا محفوظ دین آیا تو وہ بھی چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات والا معاملہ ہوا۔ اس دین نے معاشرے کو اعتدال کی راہ پر ڈالا تھا مگر زمانے نے کچھ ہی کروٹیں لیں تو تعدد ازواج سے لے کر نکاح و طلاق کے مسائل تک، گواہی سے لے کر وراثت تک، فکر و نظر کی آزادی سے لے کر اظہار پسند و ناپسند تک، اس کے استحقاق کو دبانے کی ایسی ایسی کوششیں کی کہ عورت نے کبھی زبان سی لی، کبھی وہ خود غرض ہو کر اسی کی آلہ کار بن گئی، کہیں بغاوت پر اتر کر مظلوم سے ظالم بن گئی اور کہیں یاسیت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر کر اپنے مقام و مرتبے ہی کو بھول گئی۔

مگر انسانی تمدن کی ترقی نے جہاں زندگی کے ہر میدان میں انسان کو سوچنے سمجھنے پر مجبور کیا وہاں عورت کو بھی اٹھنے کا موقع ملا۔ وہ بھی "ستی" ہونے کے عذاب سے نکل کر برابری کے تخت کے خواب دیکھنے لگی۔ مجبور محض کی حیثیت کو قصہ پارینہ قرار دے کر اختیار و اقتدار میں حصے کا تقاضا کرنے لگی۔ مرد کے ضمیر کو بدلے ہوئے زمانے کے تازیانے سے جگانے لگی۔

صالحات اسی سوچنے، سمجھنے اور متحرک خواتین کی آواز ہے!

اس موقع پر اس آواز کو توازن، انصاف، ذمہ داری کے اصولوں کے مطابق مثبت سمت دینے کے لیے کچھ لوگ آگے بڑھے۔ اللہ کے اولین و آخری دین اسلام پر یقین رکھنے والی خواتین نے فیصلہ کیا

کہ وہ اپنے پروردگار کی دی ہوئی توفیق سے اس آواز میں اپنی آواز ملائیں گی اور "صالحات" بن کر افراط و تفریط سے بچ کر معاشرے کی ان تمام خواتین کی نمایندگی کریں گی جو یہ سمجھتی ہیں کہ وہ سماج میں اپنا کھویا مقام اور اپنا گہنایا ہوا تشخص اسی رب کی مقرر کردہ حدود و قیود میں رہ کر حاصل کر سکیں گی جس کی تعلیم اس نے اپنے پیغمبروں کو دی تھی۔

علم و عرفان، تاریخ و سماج اور شعر و ادب سمیت زندگی کے ہر میدان میں اور ہر عنوان کے تحت "صالحات" قارئین و سامعین کی خدمت کے عزم کے ساتھ ان کی سماعتوں اور بصارتوں کو آسودہ کرنے سر دست ہر تین ماہ کے بعد حاضر ہوا کرے گا۔

یہ غامدی سنٹر آف لرننگ کے پلیٹ فارم کے اس احساس کا آئینہ دار ہے کہ یہ اقدام وقت کی ناگزیر ضرورت ہے۔ اس ادارے کے نزدیک نساء المسلمین ہوں یا برصغیر کی دوسری خواتین، ان سب کے دل و دماغ پر شعور و آگہی کی دستک دینی چاہیے۔ اصل میں یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا لیکن اللہ کی توفیق اور اس کی عنایت کے شامل حال ہوئے بغیر یہ ممکن نہ تھا۔ یہ ادارے کی حقیر سی کوشش ہے اور بڑے مقصد کی طرف ایک عاجزانہ قدم۔ اللہ کی مدد و توفیق کے ساتھ ساتھ اسے قارئین و ناظرین کی حوصلہ افزائی اور تعاون کی یقیناً ضرورت ہے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ خیر کے اس کام میں اس کی نصرت ہمیں حاصل رہے!

یاسمین فرخ

ملکہ زبیدہ بنت جعفر: ایک عہد ساز شخصیت

لفظ "ملکہ" سے ذہن میں عام طور پر ایک ایسی خاتون کا تصوّر اُبھرتا ہے جو کسی عالیشان محل میں اطلس و کم خواب کے لباس اور ہیرے جواہرات کے زیورات تن زیب کیے شان و شوکت کے ساتھ شب و روز گزارنے کی عادی ہے، جو کبھی اپنے محل سرا میں ایک شاندار جڑاؤں کرسی پر براجمان ہے اور اس کے سامنے کنیزوں کی ایک طویل قطار ہاتھ باندھے کھڑی ہے یا پھولوں سے لدے اپنے شاندار باغ میں چہل قدمی کر رہی ہے اور ملک ملک کے خوب صورت پرندوں سے دل بہلا رہی ہے۔ کہانیوں میں تو کم از کم ایسی ہی ملکہ پڑھنے کو ملتی ہیں۔ تاہم تاریخ کی کتب میں ہمیں ایسی متحرک ملکہ بھی ملتی ہے جو کہیں اپنے جبر و ظلم سے رعایا کی نفرت کا نشانہ بنتی ہے تو کہیں اپنی دریادلی اور خُداترسی کے بموجب رعایا کے دلوں پر راج کرتی ہے۔ آج ہم ایک ایسی ہی ملکہ کی بات کر رہے جس نے اپنی ذہانت و قابلیت، ریاستی معاملات میں اپنی فہم و فراست اور اپنے تدّبر و معاملہ فہمی سے نہ صرف سلطنت کو بہتر طور چلانے میں معاونت کی بلکہ اپنی ریاستی طاقت اور بے پناہ دولت کو عوامی فلاح کے لئے مختص کئے رکھا۔ جس کی شخصیت بے پناہ صفات کا مرقع تھیں کہ وہ نہایت حلیم الطبع، سخی و فیاض، پارسا، دین دار، درد مند دل رکھنے والی اور فلاح عوام کی داعی تھی، دنیا انہیں عباسی ملکہ زبیدہ خاتون کے نام سے جانتی ہے اور جو اپنے بے شمار فلاحی کاموں اور انسانیت کی بے مثال خدمات کے لیے ایک عہد ساز شخصیت کہلائیں۔

زبیدہ 762 عیسوی میں موصل میں عباسی خلیفہ منصور عباس کے بیٹے خلیفہ جعفر بن منصور کے ہاں پیدا ہوئیں۔ اُس وقت ان کے والد جعفر بن منصور موصل کے گورنر تھے۔ ان کا نام امتہ العزیز تھا مگر دادا 'زبیدہ' کہہ کر بلاتے تھے۔ عربی زبان کے اس لفظ کا ایک مفہوم 'مکھن کا پیڑا' بھی ہے۔ آپ چونکہ نہایت گوری رنگت والی حسین و جمیل بچی تھیں اسی بنا پر زبیدہ کہلائیں اور تاحیات اسی نام سے پکاری جاتی رہیں۔

ملکہ زبیدہ جب بیس برس کی ہوئیں تو ان کا نکاح اپنے چچازاد ہارون الرشید سے ہوا۔ تاریخ دان لکھتے ہیں کہ ہارون الرشید اس شادی پر اسقدر خوش تھے کہ انہوں نے بلا تفریق ہر خاص و عام کو شادی کی تقریب میں مدعو کیا۔ شادی کے چار سال بعد وہ پانچویں عباسی خلیفہ بنے اور سنہ 786 سے 809 عیسوی تک حکمران رہے۔

معروف تاریخ دان ہیو کینیڈی اپنی مشہور کتاب "وین بغداد رولڈ دی مسلم ورلڈ" میں ملکہ زبیدہ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ 'ملکہ زبیدہ ایک پڑھی لکھی اور نہایت قابل خاتون تھیں جو دربار میں

اعلیٰ مقام رکھتی تھیں اور تقریباً تیس برس تک وہ دربار کے معاملات میں اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھنے میں کامیاب رہیں۔

امام جلال الدین سیوطی کی کتاب 'تاریخِ خلفاء' میں درج ہے کہ ملکہ زبیدہ نے اپنے والد جعفر بن منصور سے ورثے میں خوب دولت پائی تھی۔ جس میں قیمتی جائیدادیں، پیسہ، زمینیں اور ایک ہزار ملازمائیں شامل تھیں۔ ملکہ کے مال و دولت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی ملازمائوں میں سے ہر ایک بہترین لباس پہنتی تھی۔ ملکہ زبیدہ اور ہارون الرشید کی شادی کے بعد ان کی دولت میں اور بھی اضافہ ہوا۔

'تاریخ بغداد' میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ

زبیدہ نے اپنی جائیدادوں اور متعدد کاروباری منصوبوں کے انتظام کے لیے معاونین مقرر کر رکھے تھے۔ ان کے اپنے محل کا انتظام بھی عالی شان طریقے سے کیا جاتا۔ کھانا سونے اور چاندی کی پلیٹوں میں پیش کیا جاتا تھا اور وہ اکثر چاندی، آبنوس اور ریشم سے بنی پالکی پر سفر کرتیں۔ دین سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے محل میں دیواروں پر قرآن کی آیات سنہری حروف میں کندہ تھیں۔ ان کی تمام کنیزوں نے قرآن مجید حفظ کر رکھا تھا۔ ایک دن میں ایک کنیز دن بھر قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تو دوسرے دن کوئی دوسری کنیز یہ مقدس فریضہ انجام دیتی۔ یوں ملکہ کے محل میں قرآن پاک کا کلام ہر سو سنائی دیتا۔

امریکی تاریخ دان رابرٹ جی ہولینڈ اپنی کتاب 'ان گاڈز پاتھ: دی عرب کنکوئسٹ اینڈ دی کیریئشن آف این اسلامک ایمپائر (جو 2014 میں شائع ہوئی) میں لکھتے ہیں کہ 'زبیدہ کے پاس آمدنی کے اپنے وسیع ذرائع تھے، جس سے وہ خاطر خواہ خیرات و عطیات دیتیں اور اُنہیں فلاحی کاموں کے لئے سلطنت کے خزانے سے کچھ لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی"۔

جب ہم خلافت عباسیہ کے پانچویں خلیفہ ہارون الرشید کے دور خلافت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان کی نیک نامی کے ساتھ کچھ نہ کچھ انتظامی خامیوں کا ذکر بھی تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ تاہم وہ اس لحاظ سے خوش قسمت گردانے جائیں گے کہ ان کی شریک حیات ایک ایسی ذہین خاتون تھیں جن کی فہم و فراست اور سلطنت کے معاملات میں دلچسپی نے عباسی حکومت کی شان و شوکت کو گہنانے نہیں دیا۔ انہوں نے اقتدار میں رہ کر فلاحی کاموں میں حیرت انگیز طور پر حصّہ لیا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے جو شاندار محلات، مساجد اور عوامی عمارتیں تعمیر کروائیں، ملکہ زبیدہ نے ان میں سے بہت سے منصوبوں کے لیے اپنی ذاتی دولت خرچ کی۔

جیسے کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ملکہ زبیدہ اپنے فلاحی کاموں کی وجہ سے تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں، کیونکہ اُن کی عوامی فلاح و بہبود میں شراکت نے عباسی سلطنت میں عوام الناس کی زندگیوں کو بہتر بنانے میں مدد کی۔ وہ غریبوں اور ضرورت مندوں کے لئے خاص طور پر درد مند دل رکھتی تھیں۔ اپنی دولت کم نصیبوں میں تقسیم کرتیں،ان کے لئے تمام ضروریات زندگی کا بندوبست کرنا ملکہ کی اولین ترجیح رہتی اور وہ عوامی ضروریات کی احسن طور فراہمی کو یقینی بنانے سے کبھی غافل نہ ہوتیں۔

ملکہ زبیدہ کو خلیفہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں تعمیرات کے حوالے سے خصوصی طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تعمیرات خالصتاً فلاح انسانیت کے لیے کی گئی تھیں۔انہوں نے عراق سے مکّہ مکرّمہ تک حاجیوں کے قافلوں کے لیے ایک گزرگاہ بنوائی جسے 'درب زبیدہ' کہا جاتا ہے۔اس گزرگاہ کے اطراف حاجیوں اور مسافروں کے لیے سرائیں تعمیر کروائی گئیں، کنویں کھدوائے گئے اور مساجد بنوائی گئیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا'' کے مطابق مصر کا تاریخی شہر اسکندریہ جو دوسری ہجری میں حادثات زمانہ کے ہاتھوں تقریباً اُجڑ چکا تھا، ملکہ زبیدہ کی خصوصی دلچسپی اور خطیر مالی معاونت کے نتیجے میں از سرِ نو بحال کیا جانا ممکن ہو سکا۔عہد عباسی کے معروف مفسر مورخ الطبری اپنی معروف کتاب تاریخ الطبری میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ زبیدہ نے جزیرہ نما عرب میں بڑی تعداد میں کنوئیں اور واٹر چینلز تعمیر کروائے تاکہ مسافروں اور زائرین کو صاف پانی فراہم کیا جا سکے۔زبیدہ کو یتیم خانوں، ہسپتالوں اور دیگر خیراتی اداروں کی مدد کے لیے بھی جانا جاتا تھا۔ وہ ان اداروں کی مدد کے لیے بڑی بڑی رقوم عطیہ کرتیں اور ذاتی طور پر رقوم کے استعمال کی نگرانی کرتی تھیں۔

یوں تو ملکہ زبیدہ کے رفاہی کاموں کی فہرست خاصی طویل ہے لیکن ملکہ کا ایک کارنامہ جو رہتی دنیا تک یاد کیا جاتا رہے گا، وہ "نہر زبیدہ'' جیسے کٹھن اور بظاہر ناممکن منصوبے کی تکمیل تھی۔نہر زبیدہ کی تعمیر کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ صدیوں سے مکہ مکرمہ اور دیگر سعودی علاقوں میں پانی کی قلت کا مسئلہ درپیش رہا تھا۔ کہتے ہیں خلیفہ ہارون الرشید سے بہت پہلے بھی ایک دفعہ پانی کا اس قدر سنگین بحران پیدا ہو گیا تھا کہ محض ایک مشکیزہ دس درہم تک بکنے لگا تھا۔ ایک بار جب ملکہ زبیدہ حج کی غرض سے مکہ

مکرمہ میں موجود تھیں تو انہوں نے اہل مکہ اور حجاج کرام کو درپیش پانی کی قلت کا خود مشاہدہ کیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب انہوں نے مکہ مکرمہ میں پانی کی قلت پر قابو پانے کے لئے مستقل انتظام کرنے کا قصدِ مصمم کیا۔ ملکہ زبیدہ نے ہنگامی بنیادوں پر دنیا بھر سے ماہرِ تعمیرات کو مدعو کیا اور ان کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ سروے کر کے بتائیں کہ بغداد سے مکہ مکرمہ تک نہر کیسے بنائی جاسکتی ہے۔ طویل جدوجہد اور تحقیق کے بعد ماہرین نے بتایا کہ انہیں دو جگہوں سے بہتے چشموں کا سراغ ملا ہے۔ ایک مکہ مکرمہ سے لگ بھگ پچیس میل کی دوری پر جبکہ دوسرا چشمہ کرا کی پہاڑیوں میں نعمان نامی وادی کے دامن میں واقع ہے۔ ان چشموں کے پانی کا مکہ مکرمہ تک پہنچنا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا کیونکہ درمیان میں جگہ جگہ پہاڑی سلسلوں کی رکاوٹیں کھڑی تھیں۔ ملکہ چونکہ اس نیک کام کا تہیہ کر چکی تھیں، لہذا اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے انہوں نے جو حکم صادر فرمایا، وہ تاریخ میں سنہری حروف سے آج بھی محفوظ ہے: انہوں کا حکم تھا۔

"ان چشموں کا پانی مکہ تک پہنچانے کے لئے ہر قیمت پر نہر کھود دو۔۔۔ اس کام کے لئے جتنا بھی خرچ آئے پرواہ نہ کرو، حتیٰ کہ اگر کوئی مزدور ایک کدال مارنے کی اُجرت ایک اشرفی بھی مانگے تو دے دو"۔

تین سال دن رات ہزاروں مزدور پہاڑیاں کاٹنے میں مشغول رہے۔ منصوبے کے تحت مکہ مکرمہ سے 35 کلو میٹر شمال مشرق میں وادی حنین کے ''جبال طاد'' سے نہر نکالنے کا پروگرام بنایا گیا۔ ایک نہر جس کا پانی ''جبال قرا'' سے ''وادی نعمان'' کی طرف جاتا تھا اسے بھی نہر زبیدہ میں شامل کر لیا گیا۔ مصری ماہرین کی رپورٹ کے مطابق وادی نعمان سے پانی پہلے عرفات لے جایا گیا۔ اس کے لیے ڈھلوان کی شکل میں پختہ انڈر گراؤنڈ واٹر چینل بنایا گیا تا کہ پانی خود بخود بہتا ہوا جائے۔ چینل کو پتھر اور چونے کی مدد سے پختہ کیا گیا تا کہ زمین سے حاصل ہونے والا پانی زمین ہی میں دوبارہ جذب نہ ہو جائے۔ اس نہر کے ساتھ جبل رحمہ پر ایک سبیل بنائی گئی۔ ہم اسے انجینئرنگ کا کمال ہی کہیں گے کہ نہر اتنے دُرست لیول پر تھی کہ سبیل میں پانی خود بخود بھرتا رہتا اور اس کا لیول ایسا تھا کہ لوگ باآسانی پانی پی سکتے تھے۔ یہ مقام عرفات سے 12 کلو میٹر جنوب مشرق کی جانب واقع تھا۔ علاوہ ازیں منیٰ کے جنوب میں صحرا کے مقام پر ایک تالاب تھا جس میں بارشوں کا پانی ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس تالاب سے سات کاریزوں کے ذریعہ پانی نہر تک لے جایا گیا۔ پھر وہاں سے ایک چھوٹی نہر مکہ مکرمہ اور ایک عرفات میں مسجد نمرہ تک لے جائی گئی۔ جہاں تک اس کی کل لمبائی ۳۳ کلو میٹر تھی۔ نہر پر پانی کی تقسیم کے لئے جگہ جگہ حوض اور

کنوئیں تعمیر کیے گئے۔ ملکہ کی خواہش تھی کہ اسے مکہ معظّمہ تک پہنچایا جائے لیکن کوئی ایسی رکاوٹ پیش آئی کہ اسے چاہ زبیدہ پر ہی ختم کرنا پڑا۔

یوں نہر کا یہ تاریخی منصوبہ پایہء تکمیل کو پہنچا۔ اس نہر کی تعمیر پر ستر لاکھ طلائی دینار خرچ ہوئے۔ ملکہ نے نہر کی تعمیر میں حصّہ لینے والے کاریگروں کو منہ مانگی اُجرت کے ساتھ ساتھ دل کھول کر انعام بھی دیا۔ نہر زبیدہ 1200 سال تک مکہ مکرمہ اور ملحقہ علاقوں تک فراہمی آب کا بڑا ذریعہ رہی۔ ایک اندازے کے مطابق نہر زبیدہ سے 600 سے 800 کیوبک میٹر پانی روزانہ مکہ مکرمہ آتا تھا۔

جب نہر زبیدہ تیار ہوگئی تو وہ انجینئر جو اس عظیم منصوبے کا ذمہ دار تھا، منصوبے کے اخراجات کی فائل تیار کر کے ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت ملکہ زبیدہ دریائے دجلہ کے کنارے تفریح کر رہی تھیں۔ اس نے ملکہ کی خدمت میں نہر زبیدہ کے حساب کی فائل پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے حکم کے مطابق مکہ مکرمہ کے گلی گلی کوچے کوچے میں پانی کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اب شہریوں کو اور حج و عمرہ کرنے والوں کو پانی کی قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ اس کا حساب ہے، آپ حساب لے لیجئے۔ ملکہ نے وہ فائل لی، اس پر دستخط کئے، اسے درمیان سے چاک کر کے دریائے دجلہ کی نذر کر دیا اور کہا:

’’ہم نے آخرت کے حساب کے لئے اس کا حساب چھوڑ دیا۔‘‘

اور پھر کہا کہ: ’’اگر ہماری طرف کوئی حساب نکلتا ہے تو ہم سے لے لو اور اگر ہمارا تمہاری طرف کچھ نکلتا ہے تو ہم نے معاف کر دیا۔

ملکہ زبیدہ نے اپنا آخری وقت بغداد میں بسر کیا۔ 216ھ میں ان کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ لیکن اپنے فلاحی کاموں کے بموجب وہ تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

1950 تک نہر زبیدہ چلتی رہی۔ آبادی بڑھی تو لوگوں کی پانی کی ضروریات بھی بڑھیں۔ انہوں نے پمپ لگا کر زمین سے پانی نکالنا شروع کیا۔ کئی مقامات پر چینل پر پمپ لگا کر پانی کھینچا گیا۔ اس کے نتیجے میں زمین میں پانی کا لیول گر گیا اور یوں نہر خشک ہوگئی۔ اب وادی نعمان میں بھی پانی کا اتنا زیادہ لیول نہیں رہا۔ یوں یہ تاریخی ورثہ حالات کی نذر ہو گیا۔ مگر اس کے آثار اور اس کا کچھ حصّہ ابھی بھی موجود ہے۔ جسے دیکھنے کے لیے سیّاح یہاں کا رُخ کرتے ہیں اور اپنے اپنے انداز میں ملکہ کو اس عظیم الشان کاوش کے لیے خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

ملکہ زبیدہ اپنے ان کارناموں کی وجہ سے بلاشبہ تاریخ میں یاد رکھی جاتی ہیں لیکن ان کے کردار کا ایک دوسرے پہلو سے بھی جائزہ لینا ضروری ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دیکھیں تو بادشاہت کا کوئی تصور ہمیں نہیں ملتا۔ خلفائے راشدین اور اس کے بعد بھی کئی مسلمان حکمرانوں نے ملکی خزانے کو عوام کی امانت سمجھا اور اسے ذاتی تصرف میں نہیں لائے۔ ان کے ہاں عجمی روایت کے مطابق نہ ملکائیں تھیں نہ کنیزوں کی فوج۔ لیکن اموی، عباسی اور عثمانی خلفاء کی کثیر اکثریت عجمی روایت کے مطابق ہی حکمرانی کرتی رہی۔ ان حکمرانوں میں سے بہت ساروں نے اپنی عیش و عشرت کی زندگی کے ساتھ ساتھ عام ڈگر سے ہٹ کر "رعایا" کا بھی خیال رکھا تو ہم اسے "اسلامی" حکمران سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی حیثیت اندھوں میں کانا راجا ہی کی ہوتی ہے۔ اس لیے انھیں اپنے دور کے صالح مسلمان حکمران کہنا چاہیے نہ کہ "اسلامی حکمران"۔ اگر وہ اسلامی حکمران ہوتے تو مملکت کے خزانے کو مکمل طور پر امانت سمجھتے، اپنا معیار زندگی عام لوگوں کی سطح پر رکھتے، عوامی بہبود کے کاموں کو احسان نہ سمجھتے بلکہ اپنا فرض منصبی قرار دیتے اور حکمرانی کا منصب موروثیت کے اصول کے بجائے اہل لوگوں کے لیے خالی کرتے اور قرآنی اصول "مشورے سے حکمرانوں کا انتخاب" کی پالیسی اپناتے۔ اس لیے ہم ملکہ زبیدہ کو ان کارناموں کے باوجود "اسلامی" نہیں بلکہ مسلمانوں کے عجمی طرز کے نظام بادشاہی کے اندر ایک خدا ترس ملکہ ہی قرار دے سکتے ہیں۔

سماجی مسائل

ثوبیہ نورین

شخصی انفرادیت کا آغاز اور احترام

حِرا ٹی وی کے سامنے بیٹھی اپنی بھنووں کے آڑے ترچھے ڈیزائن بنائے ناخن چبانے میں مصروف تھی۔ یکدم دادی جان کی نگاہ اس پر پڑی تو ان سے رہا نہ گیا، وہ آج صبح ہی آئی تھیں۔ حرا کو خوب ڈانٹا ڈپٹا۔ کچھ لمحوں کے لیے تو حرا جھینپ گئی، پھر سب کی موجودگی میں اپنی شرمندگی چھپانے کے لیے ہنسنے لگی۔ دادی جان نے حرا کی اس حرکت کو گستاخی گردانا اور سیخ پا ہونے لگیں۔ اب تو حِرا کے ساتھ ساتھ اسکی ماما شازیہ بھی اس غصّے کی لپیٹ میں آ گئیں۔

"نا جانے آج کل کے بچوں کو مائیں عزت کرنا کیوں نہیں سکھاتیں؟ مجال ہے چھوٹے بڑے کا لحاظ کریں۔ ایک تو ناخن چبانے جیسی قبیح حرکت اور اوپر سے ڈھٹائی سے بزرگوں کے سامنے ہنسنا، توبہ ہے، مجال ہے جو ماں نے کبھی سمجھایا ہو۔۔۔۔۔۔۔"

آنٹی جی، ایسی بات نہیں، بچے آپ کی عزت کرتے ہیں، آپ سے پیار بھی کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔ لیکن شازیہ کے الفاظ تو بیچ ہی میں رہ گئے۔ جب حِرا نے منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے کھسکنے میں عافیت سمجھی۔

یہ کیا بڑبڑ کر رہی ہو بد تمیز؟" دادی جان نے جاتے جاتے ایک اور وار کیا۔"

کچھ نہیں ! حرا ممیاتی ہوئی آواز میں بولی۔ مگر دادی تو جیسے کچھ سُن بیٹھی تھیں، بچی کا پیچھا چھوڑنے کے لئے آمادہ ہی نہ تھی "بول ! کیا کہا، کس کی عزت کرنے کی بات بڑبڑا رہی تھی ؟" ہاں بولو، بتاؤ ذرا میں بھی سنوں آخر ! "ایک ہی منٹ کی بحث و تکرار کے بعد شازیہ کی ممتا جاگ اٹھی۔ بولیں: آنٹی، یہ کیا آپ بچی کے پیچھے پڑ گئی ہیں ! جاؤ حرا، آپ جا کر ہوم ورک کرو !

اس وقت تو یہ بات وقتی طور پر دب گئی مگر گھر میں کئی دن تک اس چھوٹی سی بات کی وجہ سے ٹینشن کی فضا بنی رہی۔ دادی جان نے اپنے بیٹے وسیم کو شازیہ کے بارے میں کافی کچھ کہا اور یہ بھی کہا کہ تم نے اپنی فیملی کو کافی ڈھیل دے رکھی ہے۔ لہٰذا بہو صاحبہ بچے بگاڑنے پر لگی ہوئی ہیں۔

اس گھر میں تو کوئی تمیز تہذیب نام کی چیز ہی نہیں، آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے ۔۔۔۔۔۔ چلتے پھرتے، کھیلتے کودتے دادی جان کے ایسے کئی جملے حرا کی سماعت سے ٹکراتے رہتے اور اسے اندر ہی اندر زخمی کرتے۔

ادھر ماما پاپا کے کمرے میں سے تکرار کی آوازیں معمول بن کے گھر کا ماحول خراب کئے دے رہی تھیں۔

"آنٹی آخر ہمارے معاملات میں کیوں دخل دیتی ہیں۔ میں تنگ آگئی ہوں۔ بچے دادی کی موجودگی سے خائف رہنے لگے ہیں انہیں آپ سمجھائیں"۔

"وہ میری والدہ ہیں، میں انہیں کچھ نہیں کہہ سکتا، تم خاموش ہو جایا کرو۔ کیوں بحث کرتی ہوں۔ تم سنتی کب ہو کسی کی۔ ہزار بار سمجھا چکا ہوں۔ ابو بھی کل تمہاری شکایت کر رہے تھے۔ تمہیں چاہیے تھا کہ حرا کو سمجھاتی کہ وہ دادی سے معافی مانگے۔ لیکن تمہیں کون سمجھائے، یہاں تو تم سے زیادہ کوئی عقل مند ہے ہی نہیں، بہت تنگ آگئی ہو تو کر لو اپنا بندوبست۔۔۔۔"

گیارہ سالہ حرا گھر کے اس کٹھن زدہ ماحول کی وجہ سے سخت ذہنی تناؤ میں رہنے لگی۔

ناخن چبانا کیا بہت بُری بات ہے ؟ ڈانٹنا بھی تو بُری بات ہے ؟ میرے ناخن چبانے سے دادی جان کو کیسے درد ہوتا ہے ؟ ماما مجھے طریقہ کیوں نہیں سیکھاتی ؟ دادی جان کو کون سا طریقہ پسند ہے ؟ عزت کیسے کرتے ہیں ؟ ماما روتی کیوں رہتی ہیں ؟ دادی ماما کی باتیں بابا کو کیوں بتاتی ہیں ؟ بابا، دادا، دادی کی باتیں ماما کو کیوں بتاتے ہیں ؟ میں اتنی بُری کیوں ہوں ؟ میری وجہ سے لڑائی ہوئی اس لئے میں گندی بچی ہوں ! میں

عزت نہیں کرتی! میں عزت کیسے کروں؟ اب میں ناخن نہیں چبائوں گی! ایک دن بابا بھی تو اپنے منہ سے ناخن کاٹ رہے تھے، دادی جان نے ان کو کیوں نہیں ڈانٹا؟ ماما کو چپ کرواتی ہوں تو ماما مجھے اور زیادہ کیوں ڈانٹتی ہیں؟ ماما، پاپا، دادی، دادا سب بُرے ہیں؟

اس کی خود کلامی گہری ہوتی ہوئی شدید غصّے اور نفرت کو ہوا دے رہی ہے ۔۔۔۔ یہ سب سوال اس کے اندر شور مچاتے رہتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں، ہمارے خاندانوں میں یہ عام مناظر ہیں کہ جس کے نتیجے میں ایک انسان کی شخصی آزادی کا خون بچپن ہی میں کیا جانے لگتا ہے۔ بے اطمینانی، بے چینی، مایوسی، شدت پسندی، الزام تراشی، نفرت، ہیجان انگیزی وجذباتیت کا کلچر فروغ پانے لگتا ہے۔

در حقیقت مسئلہ ہے کیا؟ ہمارے ہاں جمہوریت کے نعرے تو لگائے جاتے ہیں، مگر ہم اس جمہوریت کے آغاز_ احترام رائے کے کلچر سے ناواقف ہے۔ میڈیا پر جمہوریت کے راگ الاپنا الگ بات ہے اور جمہوری ذہن رکھنا، جمہوری اقدار کو اپنانا، سراہنا اور ان کو فروغ دینا یہ بالکل مختلف باتیں ہیں۔

اس پیچیدہ معمے کو سمجھنے، سمجھانے کے لیے چند سوالات سامنے رکھنا چاہوں گی۔ جو شاید گھر سے لے کر معاشرے تک جمہوریت اور شخصی انفرادیت کو سمجھنے میں مدد دیں۔

مثلا،

- عورت شادی کے بعد جاب کرے گی یا نہیں، سسرال کے ساتھ رہے گی یا الگ، اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو وقت دینے کے لیے کب اور کتنا وقت نکالے گی، نکالے گی بھی یا نہیں، شادی کے کتنے عرصے بعد میاں بیوی بچہ پیدا کریں گے، کرنا چاہتے بھی ہیں یا نہیں؟ بچے کی ایف ایس سی کے مضمون ابّا کی مرضی کے ہونگے یا انکی طبیعت کے میلان کے مطابق؟ بچوں کو نوکری کرنی ہے یا بزنس؟ بیٹا، اپنی اماں کی بھانجی سے شادی کرے یا اپنی یونیورسٹی میں جس سے دو سال سے انڈر سٹینڈ نگ چل رہی ہے، اس سے؟
- ہم اب تھوڑا سا اس آگے چلتے ہیں۔ ملک و معاشرے کے سب سے چھوٹے یونٹ کے اندر دیکھتے ہیں ، تربیت اولاد میں جمہوری اقدار کے فروغ میں ہم کس قدر فعال کردار نبھا رہے ہیں۔
- اگر آپ ماں ہیں اور آپ کا بچہ کسی پارٹی یا شادی پر جانے کے لیے اپنی مرضی کے کپڑے پہننے کی ضد کر رہا ہو تو آپ کیا کرتی ہیں؟

- اگر آپ کا بچہ ٹی وی پر اپنی مرضی کا چینل دیکھنا چاہ رہا جب کہ والدِ محترم کسی اور چینل پر سیاسی گفتگو میں دلچسپی رکھتے ہیں تو کس کی خواہش کا احترام کیا جائے گا؟
- اگر آپ کی فیملی کسی ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے جا رہی ہو، شوہر صاحب مٹن کڑاہی یا شنواری کھانا چاہتے ہیں، بیگم چائنیز؟ اور بچے فاسٹ فوڈ۔۔۔تو آخر کس کی پسند کا کھانا کھایا جاتا ہے؟ اور یہ فیصلہ کس عمل سے ہو کر گزرتا ہے؟
- بچے کو کس سکول میں داخلہ دلوانا ہے حتمی فیصلہ کس کا ہے؟ کیا مشاورت کے عمل سے یہ طے پایا جائے گا؟
- بچے رات دس کے بعد بھی جاگنا چاہیں یا سکول جانے سے انکاری ہوں تو کیا بچوں کے یہ مطالبات لائق توجہ سمجھے جائیں گے اور کون ان مطالبات بارے منظوری یا نامنظوری کا اختیار رکھتا ہے؟
- خاتون خانہ اس عید پر سسرال نہ جانا چاہے یا سسرالیوں کی دعوت کے لیے تیار نہ ہو تو کیا ہو گا؟ کیا ہوتا ہے؟ اور کیسے ہوتا ہے؟
- بچہ اگر کسی رشتے دار سے نہ ملنا چاہے، کسی عزیز کے گھر نہ جانا چاہے تو اس موقع پہ کیا کیا جاتا ہے؟
- خاتون خانہ اگر اپنی شادی کی جیولری بیچ کے اپنے بھائی کی شادی کرنا چاہیں یا؟ اپنی والدہ کو عمرہ کرانا چاہیں، لائبریری بنانا چاہیں یا اپنے کورسز کی فیس ادا کرنا چاہیں تو کوئی رکاوٹ تو نہ ہو گی؟
- گھر میں موجود ماں باپ کے برعکس سارے بچوں کو اگر ساگ کریلے نہ پسند ہو تو پھر کھانا کس کی مرضی کا بنے گا؟
- بچے 'اپنی عیدی' کی رقم کب اور کیسے خرچ کرینگے ان فیصلوں میں والدین کا رول کیسا ہوتا ہے؟
- بچے اپنی زندگی کے ٹائم ٹیبل میں آپ کی زندگی کے تجربات کی روشنی میں بننے والے آپ کے ٹائم ٹیبل کو فالو نہ کرنا چاہیں؟ وہ چار بجے قاری صاحب کے پاس ناظرہ پڑھنے کے لیے نہ تیار ہوں اور شام چھ کے بعد گراونڈ میں سپورٹس کرنا چاہیں تو ان مسائل کا حل آپکے گھر میں کیسے نکلیا ہے؟
- زوجین میں سے اگر کوئی ایک تھکن، سٹریس یا ذہنی الجھنوں کے باعث یا بغیر کسی وجہ کہ اگر اپنا جسم و روح، اپنی انرجی دینے سے معذور ہو یا تیار نہ ہو تو رات کس کی مرضی سے، کیسے کٹے گی؟ اور اسکے نتائج دن کی روشنی میں کیا کیا ہوتے ہیں؟

یہ جبر واستبداد پر کھڑے ہر معاشرے کے سوالات ہیں۔ ہزاروں جوابات سے گزر کر میں یہ جان پائی ہوں کہ احترام انسانیت کیا ہے۔ جمہوریت کے نعروں اور الیکشن کے نتائج پر زور و شور سے کی جانے والی تنقید اور اصلی جمہوری اقدار میں کیا فرق ہے۔ تربیت اولاد کس چڑیا کا نام ہے۔ دین کی بنیاد کیا ہے۔ آپ بھی سوچیے۔

ان چند سوالوں کے جواب سوچنے اور لکھنے سے روح گھائل تو ہو گی مگر نئی سوچ و احساسات ، افکار و خیالات کے لامتناہی سلسلے کا بھی جنم ہو گا۔

کہانی

نعیم احمد بلوچ

پہلے قتل کے بعد

وہ دونوں قطعی طور پر ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھیں۔ان کا لباس،ان کی زبان،ان کی حرکات و سکنات،ان کا بناؤ سنگھار۔۔۔سب کچھ مختلف تھا۔۔۔اور کیوں نہ ہوتا! وہ ایک دوسرے سے ہزاروں برس کے فاصلے پر تھیں۔ لیکن اس سب کے باوجود وہ ایک دوسرے سے ابلاغ کر رہی تھیں۔۔۔اس ابلاغ کی شروعات ایک خاموش اعتماد سے ہوئی تھی۔اس کی شاید ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں خواتین تھیں۔۔۔عمروں میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔وہ عجیب اپنائیت محسوس کر رہی تھیں۔

زیرہ اپنی جوانی کے جوبن کی کئی بہاریں دیکھ چکی تھی۔وہ اپنے سامنے کھڑی دوسری عورت کو انتہائی حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ان کی ملاقات کو ابھی زیادہ لمحات نہیں گزرے تھے۔وہ تھوڑی ہی دیر پہلے اس کے سامنے "ظاہر" ہوئی تھی۔ایک بہت ہی پرکشش اجنبی خاتون کا یوں سامنے آجانا، زیرہ کی زندگی کا حیرت انگیز اور ناقابل یقین لمحہ تھا۔وہ بہت ہی عجیب طرح سے اس کے سامنے وارد ہوئی تھی۔

ہوا یوں کہ دن کے خاتمے کے قریب، جھٹپٹے میں، زیرہ اپنے کمرے میں ایسے ہی بلاوجہ آکر لیٹ گئی۔ اسے لگا کہ اس کے مخصوص ایام نزدیک ہیں۔اسی احساس میں کسی وقت اس کے تنگ اور قدرے تاریک سے کمرے میں بنے واحد روشن دان سے ہوا کا ایک جھونکا اندر داخل ہوا۔

کم از کم زیرہ کو تو ایسا ہی لگا تھا۔وہ لکڑی کے تختوں کے بنے چارپائی نما پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

وہ اب اپنے سامنے پر اسرار قسم کی روشنیاں دیکھ رہی تھی۔ کچھ لمحوں کے بعد رنگین روشنیوں نے گول گول گھوم کر رقص کیا۔ زیرہ کو کچھ اندازہ نہیں تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ اسے بس یہ نظر آ رہا تھا جیسے ایک بڑی سی روشنی کی دیوار کھڑی ہو گئی ہے اور اس دیوار میں اسے ایک کھڑکی بنتی دکھائی دی۔

وہ اس سارے حیرت انگیز منظر سے اس لیے نہیں گھبرائی تھی کہ جو کچھ ہو رہا تھا وہ بہت ہی دل چسپ، خوب صورت اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا تھا۔ وہ گھبرانے کے بجائے اسے دیکھنے میں محو ہو چکی تھی۔ تجسس تھا کہ اب آگے کیا ہوتا ہے؟

اگلا منظر یہ تھا کہ اسے ان گنت جگنوؤں کے جلو میں ایک اجنبی عورت کا وجود بنتا ٹوٹتا نظر آنے لگا۔ پہلے کچھ مناظر ایسے بھی آئے کہ جگنو بکھر بکھر جاتے، روشنی کے تِرمرے ناچ ناچ کر ملگجے اندھیروں میں گم ہو جاتے مگر اب پچھلے کئی لمحوں سے اس کی شبیہ کو قرار آ چکا تھا۔ اور زیرہ جسے دیکھ رہی تھی، اس کا سراپا بہت ہی سحر انگیز تھا۔

خوب صورت پھولی پھولی، ہولے ہولے لہراتی سنہری زلفیں جیسے انھیں یہ دکھانا ہو کہ وہ کسی تصویر کے بال نہیں، کسی زندہ کے زندگی بھرے گیسوئے تاب دار ہیں۔ خوب صورت تو وہ بھی تھی ۔۔۔ مجسم سادگی اور وقار لیکن اس بن بلائی مہمان کی خوبصورتی سِوا تھی۔

لباس ۔۔۔۔ اف ۔۔۔ وہ اس کے جسم پر یوں بچ رہا تھا جیسے چودھویں کی رات میں آسمان پر جھلملاتے ہوئے ستارے۔ اور ایک اس کا لباس تھا۔۔۔۔ بہت ہی سادہ ۔۔۔ بہت ہی خوب صورت مگر اس کے مقابلے میں بالکل پھیکا سا۔ وہ تو بس کپڑوں کی چادر میں سلیقے سے لپٹی ہوئی تھی۔۔۔۔ جیسے مکئی کا بھٹہ، جس کے سفید دودھیا دانوں کو سبز پتوں نے مہر بند کر دیا ہو۔

دونوں کئی ثانیوں سے ایک دوسرے کو ٹُکر ٹُکر دیکھ رہی تھیں۔

پہلے زیرہ بولی: "آپ کون ہیں؟"

جواب سننے سے پہلے زیرہ نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک چھوٹی سے تختی روشن ہو گئی ہے اور پھر اسے عجیب سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز تھی تو اسی کی زبان میں مگر لہجہ اور سانچا بہت مختلف تھا، جیسے کوئی کسی کنویں میں سے بول رہا ہے البتہ بولے گئے شَبد ھ اس کی سمجھ میں آ گئے تھے۔

اس نے پوچھا تھا: "تم ہابیل کی بیوہ ہو نا؟ وہی جسے اس کے بھائی قابیل نے قتل کر دیا تھا؟"

اس سوال نے زیرہ کو پہلے تو چونکا کر رکھ دیا اور پھر اس انتہائی غیر متوقع بات نے ایک دم اسے سخت اداس کر دیا۔ لگتا تھا اس سوال نے اسے غم کی کھائی میں دھکیل دیا ہے۔

اسے خاموش دیکھ کر وہ اجنبی بولی:

"دیکھو، میرا نام سارہ ہے۔۔۔ اور تمھارا۔۔۔۔؟"

مگر زیرہ پھر بھی خاموش رہی۔ یہ نام اس نے پہلی دفعہ سنا تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی یہ اجنبی اتنا الٹا پلٹا کیا پوچھ رہی ہے؟ اس کے خیال میں اس کا سوال بہت ہی عجیب اور ناگوار تھا۔ اور آخر یہ ہے کون؟ ہماری بستی کے سوا تو کوئی انسانی بستی ہے نہیں، یہ کہاں سے آگئی؟

وہ ذرا خشک سے لہجے میں بولی:

"مگر ہابیل تو میرا بھائی تھا، خاوند نہیں۔ اور ہم آدم کی بیٹیاں ہیں اور ہابیل اور قابیل اور شیث ہمارے بھائی ہیں! وہ ہمارے خاوند کیسے ہو سکتے ہیں؟"

"تو پھر تمھارے خاوند کون تھے؟"

اس سوال نے تو اسے غصہ دلا دیا۔ وہ قدرے خشک لہجے میں بولی: "ذرا ٹھہرو، پہلے تم بتاؤ یہاں کیسے، میری اجازت کے بغیر آگئی۔۔۔ کیسے جانتی ہو میرے بارے میں؟ اور وہ بھی اتنا غلط سلط۔"

سارہ اب گھبرا چکی تھی۔ اسے لگا کہ اب اسے کچھ نہ کچھ تو بتانا پڑے گا۔

"ہاں بتاتی ہوں۔۔۔ معذرت خواہ ہوں۔۔۔ میں۔۔۔۔"

وہ کچھ کہتے رک گئی۔ پھر بولی: "آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔۔۔ بس یوں سمجھیں میں ہوا کے بگولے سے یہاں پہنچ گئی۔۔۔" اس نے روشن دان کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ "بس مجھے یہ فن آتا ہے۔ اور میں جہاں چاہوں جا سکتی ہوں۔۔۔"

زیرہ اپنی موٹی موٹی خوب صورت آنکھیں دو چار دفعہ پٹ پٹا کر بولی: "نہیں میں سمجھ سکتی ہوں ۔۔۔ میرے ابا بتایا کرتے تھے کہ وہ یہاں آنے سے پہلے اللہ کے مہمان تھے ۔۔ وہاں انھوں نے بہت

سے اڑن کھٹولوں میں سفر کیا۔ اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ وہ بھی ہوا اور روشنی کے اڑن کھٹولوں میں اڑتے تھے۔۔ جیسے آپ روشنی کی کھڑکی سے اور جگنوؤں میں سے نکلی ہیں، وہ بھی کچھ ایسا ہی بتاتے ہیں۔ لگتا ہے آپ اسی پرانی دنیا سے آئی ہیں۔"

سارہ چکرا کر رہ گئی۔ زیرہ نے دیکھا کہ اس نے اپنی تختی پر انگلیوں سے چھوا ہے اور وہاں سے کچھ نیلی پیلی روشنیاں بھی نکلی ہیں۔ پھر کچھ ثانیوں کے بعد بولی:

"میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ ہابیل کو قابیل نے قتل کیا تھا۔۔۔ اب اس کی کوئی بیوی تو ہو گی نا۔ مگر اس کا کہیں نام نہیں ملا۔۔۔ بس مجھے یہی لکھا ملا۔۔۔ "حوا کا بیج" میں نے یہی خیال کیا کہ "بیج" تمھارا نام ہے۔۔۔ بیج کو تمھاری زبان میں "زیرہ" کہتے ہیں ناں؟ بس میں نے اپنی روشنی کی گاڑی کو کہا تھا کہ زیرہ کے پاس جانا ہے اور میں یہاں آگئی۔۔۔ مجھے ہابیل کی بیوہ سے ہم دردی ہے نا، اس لیے آگئی۔۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ تمھارا کمرہ ہو گا۔۔۔ میں پھر معافی چاہتی ہوں۔۔۔ میں جاننا چاہتی تھی کہ مذہبی روایت کے مطابق جب پہلی عورت بیوہ ہوئی تھی تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ وہ تو پوری کائنات میں تنہا رہ گئی ہو گی!!

" سارہ نے اپنا مدعا صاف صاف بیان کر دیا۔ اس نے خیال کیا تھا اس کی اس "انسانیت دوست" سوچ سے وہ ضرور متاثر ہو گی۔ مگر اسے سخت مایوسی ہوئی۔

" تمھاری ان باتوں میں صرف دو باتیں درست ہیں۔ ایک یہ کہ میرے بھائی قابیل نے اپنے دوسرے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا اور دوسری یہ کہ میرا نام زیرہ ہے مگر باقی ساری باتیں بالکل غلط ہیں۔ بالکل ہی غلط۔۔۔ تمھاری گاڑی "زیرہ" کے پاس تو آئی ہے لیکن کسی بیوہ کے پاس بالکل نہیں۔"

"مگر پھر ہابیل کی بیوہ کون ہے؟" وہ الجھ کر رہ گئی۔

"دیکھو خاتون کچھ عقل کے ناخن لو۔۔۔۔ ہم بھائی بہنوں میں کیسے شادی ہو سکتی ہے۔۔۔ آدم کی بیٹیوں کی شادی کسی سے نہیں ہوئی۔"

تو پھر آپ کی اولاد؟" سارہ اب سٹپٹا گئی۔"""

"""اولاد پیدا کرنے کے لیے مرد کی ضرورت ناگزیر نہیں محترمہ ۔۔۔ عورت بھی کافی ہے ۔۔۔ ہم سب کی اولادیں ہیں لیکن وہ اسی طرح ہیں جیسے ہمارے باپ آدم اور ماں حوا" تھے ۔۔۔۔ اللہ اگر

آدم کو بغیر باپ کے پیدا کر سکتا تھا تو ہمارے ہاں اولاد کیوں نہیں پیدا کر سکتا؟ باپ کے بغیر بھی تو اولاد ہو سکتی ہے نا۔"

اس نے اس اعتماد سے بات کی تھی جیسے وہ کوئی عام سی معمول کی بات کر رہی ہو! سارہ کا خیال تھا وہ بائیسویں صدی کے جدید ترین دور سے تعلق رکھتی ہے۔اس کے دور میں تو اب ایسا ممکن ہے کہ محض ایک سپارک انجکشن سے عورت حاملہ ہو جائے مگر کیا یہ اس دور میں۔۔۔آدم کے دور میں۔۔۔ایک عام سی چیز تھی۔اسے محسوس ہو رہا تھا اس کی ماضی کھوجنے کی مہم جوئی ضائع نہیں جائے گی۔اس نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کہا:

"تو کیا تمھارے ہاں مردوں کی شادی نہیں ہوتی۔۔۔بچے بس ایسے ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔۔؟"

وہ جب یہ سوال پوچھ رہی تھی تو اس کے ذہن میں آیا کہ جانوروں اور پودوں، دونوں میں بچے جنسی عمل سے بھی پیدا ہوتے ہیں غیر جنسی طریقے سے بھی۔۔۔تو کیا اس دور میں انسانوں میں بھی ایسا ہوتا تھا؟ مگر پھر عورت اور مرد کی علیحدہ علیحدہ شناخت کیوں؟ کیا مرد بالکل ہی نکھٹو ہیں؟ کیا اسے اب یہ حیرت انگیز بات معلوم ہونے لگی ہے کہ یہاں کے مرد بھی بچے جنتے ہیں؟اور جس طرح انسان کے جسم میں اپنڈکس کی طرح کے کئی اعضاء اب ناکارہ اور بے مقصد ہو گئے ہیں۔اسی طرح مردوں کے اندر 'رحم مادر' بھی ناکارہ ہو کر نابود ہو گئی ہے؟؟؟

ایک لمحے میں اسے یہ سارے خیالات آئے تھے۔ مگر جو کچھ زیرہ بتا رہی تھی،اس سے حیرت کا ایک نرالا ہی در کھل رہا تھا۔

"میرے بھائیوں میں سے ابھی کسی کی شادی نہیں ہوئی۔۔۔وہ ابھی چھوٹے ہیں نا۔۔شادی کے قابل ہی نہیں ہوئے!!

"کیا مطلب؟ کیا وہ تم سے بہت بعد میں پیدا ہوئے؟"

وہ سوچ رہی تھی کہ زیرہ کی عمر تیس برس تو ضرور ہو گی۔پھر اس کے بھائیوں کی عمریں کیا ہوں گی؟ پھر یہ مان بھی رہی ہے کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔۔۔تو ایک بچے نے دوسرے بچے کو قتل کر دیا تھا۔۔۔؟

"دیکھو اجنبی خاتون ۔۔۔ میں آدم کی سب سے بڑی بیٹی ہوں۔ میرے بعد میری دو بہنیں ہیں۔ جب ہم تیرہ برس کی ہوئیں تو اللہ نے شادی کے بغیر ہمارے ہاں اولاد پیدا کر دی۔ بھائیوں میں سب سے بڑے ہابیل تھے۔ اس کے بعد چند منٹوں کے بعد قابیل پیدا ہوئے۔۔۔ جڑواں جو تھے۔۔۔۔ جب وہ دونوں بالغ ہوئے تو اللہ نے انھیں حکم دیا کہ شکرانے کے طور پر قربانی کرو۔ یہ ان کی پہلی قربانی تھی۔ کیونکہ اس کے بغیر ان کی شادی نہیں ہو سکتی تھی۔۔ اب ہابیل جانور پالتا تھا۔ اس نے بہترین جانور پیش کیا۔ قابیل فصل کاشت کرتا تھا۔ قربانی کے کچھ روز پہلے زوردار آندھی چلی اور اس کی فصل کا ایک حصہ تباہ ہو گیا۔ اس نے اسی تباہ شدہ فصل کا ایک حصہ قربانی کے لیے پیش کر دیا۔۔ حالانکہ ابا نے کہا تھا کہ اللہ کے حضور اچھی چیز پیش کرو، اسے جانور یا فصل سے نہیں تمھارے اخلاص اور محبت سے مطلب ہے ۔۔ یہ تو محض تمھارا امتحان ہے۔۔۔ مگر اس نے کوئی پروانہ کی۔۔۔ کہتا تھا کہ اللہ کو بھلا اس گندم کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔ یہ تو ایک علامتی عمل ہی ہے نا۔۔۔ اور منع کرنے کے باوجود اس نے وہی فصل پیش کر دی۔ اب ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی نہیں ہوئی۔"

سارہ نے نیا سوال داغا: "مگر یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور قابیل کی نہیں؟"

"جیسے تم روشنیوں کے سہارے سے اس بند کمرے میں پہنچ گئی ہو، ویسے ہی ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ بجلی کا ایک کوندا سا لپکا اور ہابیل کا خوب صورت جانور غائب ہو گیا اور قابیل کی فصل جل کر راکھ ہو گئی! بس اسی سے پتا چلا۔ اور پھر ابا نے ہمیں بتا بھی دیا۔ انھیں اللہ نے خبر دی تھی۔ وہ ہمارے باپ ہی نہیں، اللہ کے نبی بھی تو ہیں نا!"

اب تو حیرت سے سارہ کی کھوپڑی درد کرنے لگی تھی۔ وہ زیرہ کے خاموش ہونے پر بھی کچھ نہ بولی، مگر وہ اسے بتا رہی تھی:

"اب بھائی قابیل کہنے لگا کہ اس کی قربانی اس وجہ سے قبول نہیں ہوئی کہ ہابیل نے بہترین جانور پیش کیا ہے، اگر وہ بھی اپنا وہ لنگڑا بیل پیش کر دیتا جو کچھ دن پہلے زخمی ہو کر ناکارا ہو چکا ہے تو اللہ اس کی گندم کا بھیگا اور خراب گٹھا قبول کر لیتا۔ اس پر وہ ہابیل سے جھگڑنے لگا۔ اصل میں اسے اپنے بھائی سے حسد ہو چکا تھا۔ اسے تو اپنے آپ پر بہت فخر تھا نا کہ بھائی سے زیادہ طاقت ور اور لمبا تڑنگا ہے۔ اب جب

قربانی قبول ہونے پر ہابیل کی واہ واہ ہونے لگی اور وہ ہم سب کی نظروں میں بھی پسندیدہ ٹھہر گیا تو اپنی اصلاح کرنے کے بجائے وہ ہابیل کے درپے ہو گیا۔ اس نے اس سے لڑنے کی بہت کوشش کی مگر ہابیل کسی بھی طور اشتعال میں نہ آیا۔ پھر ایک دن اس نے سوتے میں اس کا قتل کر دیا۔ اور یہاں سے بھاگ گیا۔ کیونکہ اسے یہی گمان تھا کہ اسے اب ضرور سزا ملے گی۔"

"تو کیا اس کا اب آپ سے کوئی رابطہ نہیں؟ وہ اب کہاں رہے گا، کس سے شادی کرے گا؟ اس کے بچے کیسے ہوں گے؟"

"ایک تو آپ کو ہر کسی کی شادی اور بچوں کی بہت فکر ہے۔۔۔ کیا اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتے زندگی میں؟ رہنا سہنا، کھانا پینا وغیرہ۔۔۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا آپ نے؟"

"اصل میں، میں تو سیدھی اس کمرے میں آپ کے پاس آ پہنچی ہوں، اور کچھ جانتی نہیں، آپ بتائیں نا کہ قابیل کی زندگی اب کیسی ہو گی؟" اس کے اصرار میں ایک عجیب بے تکلفی تھی، اس لیے زیرہ بتانے لگی:

"آپ اگر کچھ ہماری بستی اور ارد گرد کے جنگل کی سیر دیکھ آتیں تو آپ کو معلوم ہوتا کہ یہاں پر دو طرح کے انسان رہتے ہیں۔ ایک وہ جو ہمارے باپ آدم کی اولاد اور اس کی بیٹیوں یعنی ہماری اولاد ہیں۔ یہ خالص انسان ہیں۔۔۔ تہذیب یافتہ، ہر پہلو سے مکمل۔۔۔ اور ایک وہ جو کہ جنگلی یا حیوان یا انسان ہیں۔" "حیوانی یا جنگلی اولاد؟!؟"

"جی۔ ہمارے والدین ہی ایسے انسان ہیں جو اچھے برے کی تمیز سیکھ چکے ہیں۔ پاکی اور ناپاکی کا فرق جانتے ہیں، کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا، جانتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بات آوازوں سے نہیں لفظوں سے کر سکتے ہیں، اور اسی لیے ہم اپنی بات لکھ سکتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں، سمجھا سکتے ہیں، ہم خوب صورتی اور بدصورتی میں فرق کر سکتے ہیں، مگر جنگلی انسان تو بس جانوروں ہی کی طرح ہیں۔ ان کی شکل و صورت بے شک ہم سے خاصی حد تک ملتی ہے لیکن وہ سب کچھ نہیں جانتے جو ہم جانتے ہیں، ہم محسوس کرتے ہیں۔"

"اور آپ نے یہ سب کچھ کہاں سے سیکھا؟" سارہ کے اس سوال میں طنز صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

"اصل میں، ہمارے ابا آدم بتاتے ہیں کہ انھیں یہ سب آگہی اور تعلیم اللہ نے دی۔ پھر انھیں ایک خاص قسم کے باغ میں رکھا، وہ وہاں مہمان تھے، اللہ کے مہمان تھے۔ اور وہ باغ اللہ ہی کا خاص باغ تھا۔

وہاں انھیں اللہ نے ساری سہولتیں دیں۔۔۔۔ پاک کھانا پینا، پہننا، لکھنا پڑھنا، سب اپنے فرشتوں کے ذریعے سے سکھایا۔ وہ ساری باتیں جو ہمیں عام حیوانی اور جنگلی انسانوں سے ممیز کرتی ہیں۔ اسی لیے تو ہم گھر بنا کر رہتے ہیں، پاک صاف کھاتے ہیں۔ اس طرح کا رہنا ہم نے اپنے والدین سے سیکھا ہے۔"

زیرہ رکی تو سارہ سوچنے لگی کہ اس مطلب یہ ہوا کہ آدم اور حوا اپنی پیدائش کے بعد اس خاص باغ، جسے ہم جنت کہتے ہیں، وہاں بھیج دیے گئے اور فرشتوں نے یا جو بھی آپ نام دے دیں، ان کی پرورش کی ،تربیت کی، سکھایا، پڑھایا اور وہ بڑے ہوئے۔۔۔

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئی: "ابا بتاتے ہیں کہ ایک غلطی کرنے کے بعد حالات کچھ ایسے پیدا ہو گئے کہ اللہ نے کہا کہ اب تم سب کچھ سیکھ سمجھ گئے ہو۔ بڑے ہو گئے ہو۔۔۔ اور بڑوں والی حرکتیں بھی کرنے لگے ہو۔۔۔۔ اپنی مرضیاں بھی کر چکے ہو۔۔۔ اس لیے میری مہمان داری ختم۔ اب یہاں سے اپنی دنیا، اپنی بستی خود بناؤ اور بساؤ۔ چنانچہ وہ وہاں سے نکل گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم وہاں سے نکل تو گئے لیکن دل وہیں اٹک چکا تھا۔ چنانچہ اس باغ کی تلاش انھوں نے بہت کی۔ پتا نہیں کہاں کہاں گئے۔۔۔ جب نہ ملا تو انھیں یقین ہو گیا کہ یا تو وہ کوئی بہت سہانا خواب تھا یا اللہ نے اسے ایسی جگہ بنایا تھا جہاں سے واپس جانا ان کے بس کی بات نہیں۔ شاید آنے والی نسلیں اس خاص اور شان دار باغ کو تلاش کر لیں۔ ابا، اماں تو اس کی بہت کہانیاں سناتے ہیں اور ہمیں سمجھاتے ہیں اللہ نے اس باغ سے نکالتے ہوئے ہمیں کہا تھا کہ اگر تم اور تمھاری اولاد نے اپنی وفاداری اور فرماں برداری سے ثابت کر دیا کہ وہ اس باغ میں رہنے کے قابل ہیں تو وہ انھیں اور ان کی اولاد یعنی ہمیں اس باغ سے بھی شان دار اور وسیع باغات رہنے کو دیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں دوسرے جانور نما انسانوں کو اس بات کا کوئی شعور نہیں۔ وہ تو بس عام جانوروں کی طرح رہتے ہیں۔ اسی لیے تو ہمیں فکر ہے کہ قابیل کیا کرے گا؟ وہ کہاں رہے گا؟ جو تعلیم ہم اپنے ابا آدم سے حاصل کرتے ہیں، وہ کہاں سے حاصل کرے گا؟ بلکہ ہمیں خدشہ ہے کو وہ کسی جنگلی حیوان عورت سے شادی نہ کر لے! ایسا ہو گیا تو پھر بہت عجیب و غریب انسان پیدا ہو جائیں گے جو جانور بھی ہوں گے اور انسان بھی! پھر تو بہت فساد مچے گا۔ ہم تو کبھی کبھی سوچتے ہیں کہ یہ قابیل میں ضرور کوئی حیوانی بات رہ گئی تھی جو اس نے بھائی کو قتل کر دیا۔۔۔ اور اگر قابیل بچے

ہوئے ہی حیوانی اور جنگلی عورت سے تو کیا ہو گا۔۔۔؟ ان کو تو وہ تمیز اور احساس بالکل بھی نہیں ہو گا جو ہمیں ہے!"

بلاشبہ زیرہ کی فکر بہت اہم تھی لیکن سارہ کے ذہن میں اس سے پہلے کے حالات پر بھی سوال سر اٹھا رہے تھے۔ اس نے پوچھ ہی لیا:

"اچھا زیرہ یہ بتاؤ کہ تمھارے دادا، دادی کون تھے؟"

میرے والد آدم کے کوئی باپ نہیں تھے، مگر ماں تھی!

سارا اب اس کی ہر حیرت انگیز بات کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی تھی ۔۔۔۔ حیرتوں کو سلجھانا تو اس کا پیشہ تھا اور زیرہ کی پیدا کردہ الجھنوں کی گتھیاں وہ سلجھانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ اسے مسیح عیسیٰ کے بارے میں الہامی کتابوں کی بات یاد آ گئی ۔۔ اس کے ذہن میں تو معلومات کا طومار تھا۔ اس حوالے سے اسے معلوم تھا کہ وہ بھی تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور قرآن نامی کتاب میں تو باقاعدہ نام لے کر کہا گیا تھا کہ عیسیٰ، آدم کی مثل ہے۔۔۔ جس کا کوئی باپ نہیں تھا۔ کیا اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ جس طرح عیسیٰ مسیح کی والدہ تھیں، اسی طرح آدم کی بھی والدہ تھیں؟ ایسا آج تک نہیں سمجھا گیا تھا ۔۔۔۔ مگر اب یہ زیرہ بالکل ایسی ہی بات کر رہی ہے ۔۔ اور اگر ایسا ہے تو پھر آدم کی ماں کون تھی؟ اور اس کے ساتھ ہی ایک اور سوال اس کے ذہن میں کلبلانے لگا کہ حوا کیسے پیدا ہوئی؟ یہ ایک اور الجھن تھی!

زیرہ بھی کوئی کم ذہین نہیں تھی۔ ٹھیک ہے اس کے پاس سارہ جتنی معلومات نہیں تھیں مگر اس کے مشاہدے کی قوت بہت تھی ۔۔۔ وہ اس کے چہرے پر لکھے سوال کو پڑھ چکی تھی، بولی: "اور ہماری ماں کی والدہ ۔۔۔۔ شاید وہ بھی آدم کی والدہ کی طرح ایک انسانی حیوان رہی ہو ۔۔۔ ہمیں یقین سے کچھ نہیں پتا، کیونکہ اس کے بارے میں ہمارے ابا اماں کو کچھ یاد نہیں۔

اب یہ ایک نیا حیرت کدہ تھا، جس کو سمجھنے کے لیے اسے نہ جانے عقل کے کون سے گھوڑے پر سوار ہونا تھا! اس بات کا تو وہ تصور کر سکتی تھی کہ عورت کے ہاں جنسی عمل کے بغیر بچہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن پھر مرد کا کیا کردار ہے؟ اس کا ایک ہی جواب اس کے ذہن میں آ رہا تھا کہ آدم ہی نہیں بلکہ اس کی

بیوی بھی باپ کے بغیر پیدا ہوئی اور اب آدم کے بیٹے ان عورتوں سے شادی کریں گے جو زیرہ اور اس کی بہنوں سے بغیر جنسی عمل کے پیدا ہوئے۔۔۔اسی لیے تو زیرہ اس بات پر ناراض ہو رہی تھی کہ سارہ نے یہ کیوں سمجھا کہ اس کی شادی اپنے سگے بھائی سے ہوئی اور وہ بیوہ ہو گئی۔ مگر اس کی تصدیق کیسے ہو؟ کچھ سوچ کر اس نے پوچھا:

"اچھا یہ بتاؤ کہ تمھارے بھائی ہابیل تو قتل ہو گئے، قابیل فرار ہو گئے اور ایک نام تم نے اور لیا تھا۔۔۔ شیث۔۔ان کی شادی کب ہو گی؟"

"پھر شادی ۔۔۔ حد ہو گئی بھئی ۔۔۔ وہ تو ابھی بہت بچے ہیں۔ جب تک وہ بڑے ہوں گے ان کی شادی ہم میں سے کسی کی بیٹی سے ہو گی جو اس کی کم از کم بہن نہیں ہو گی۔۔۔ بلکہ اس کا اس کے ساتھ کوئی خونی رشتہ نہ ہو گا۔۔۔اور دیکھو اب تک تم مجھ ہی سے سب کچھ پوچھے چلے جا رہی ہو، اپنے بارے میں بھی تو بتاؤ نا۔۔۔ کیا تم کہیں اس باغ سے تو نہیں آئی جہاں پہلے میرے ابا اور اماں رہتے تھے؟" اس نے اپنا سوال دہرایا تھا۔

سارہ اب گڑ بڑا گئی۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے، کیسے اسے ٹالے۔۔۔ کیا زیرہ اس کو سمجھ پائے گی کہ وہ مستقبل سے ماضی میں آئی ہے؟ کیا اس کے ذہن میں اس کا کوئی تصور ہے کہ مستقبل سے ماضی میں تو جایا جا سکتا ہے لیکن ماضی یا حال سے مستقبل کا سفر کرنا ممکن نہیں۔۔۔۔ کیونکہ ماضی تو وجود میں آ چکا ہوتا ہے لیکن مستقبل نے ابھی وجود میں آنا ہوتا ہے۔۔۔ماضی تو بس بکھر چکا ہوتا ہے، ماضی کی تصویر کی لہریں منتشر ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور اسے اکٹھا ہی تو کرنا ہوتا ہے۔۔۔اور اگر وہ اکٹھا ہو جائے تو اسے با آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ البتہ مداخلت نہیں کی جا سکتی کیونکہ وہ محض تصویر ہوتی ہے، بالکل ہزاروں میل دور براہ راست ٹیلی کاسٹ ہوتی نشریات کی طرح۔

وہ ابھی اسی الجھن میں تھی کہ اسے احساس ہوا کہ اس کی انرجی ویویز میں کوئی مداخلت ہو رہی ہے۔۔۔ اس کا مطلب تھا کہ اسے اب واپس جانا ہے۔۔اسے اپنے سامنے روشن تختی پر کچھ لکھا ہوا نظر آیا۔

ادھر زیرہ اسے پوچھ رہی تھی ۔۔۔۔ "ٹھیک ہے تم نہ بتاؤ اپنے بارے میں۔۔۔ مگر میرا ایک کام کر دو۔۔۔ اگر تم میرے پاس پہنچ سکتی ہو تو قابیل کے پاس بھی تو بھی پہنچ سکتی ہو نا ۔۔۔ اسے ہمارا اور

ہماری اماں کا پیغام دینا۔۔۔ ہم اسے اپنے والد سے معافی لے کر دے دیں گے۔۔۔انھیں کہنا کہ اگر ابا اور اماں کو اللہ سے معافی مل سکتی ہے تو اسے کیوں نہیں مل سکتی ؟ بس وہ شیطان نہ بنے۔۔۔اس کی سنت پر نہ چلے۔۔اپنے باپ کو دیکھے اور اس کی سنت پر چلے۔۔اپنے جرم کو اللہ کی رحمت اور مغفرت سے بڑا نہ سمجھے۔اللہ کی رحمت انسان کے ہر گناہ اور ہر جرم سے بڑی اور وسیع ہے۔۔"

زیرہ کی بات ختم ہوتے ہی ایک دم روشنی کی کھڑکی تاریک ہو گئی اور وہ غائب ہو گئی ۔۔۔ زیرہ سوچنے لگی کہ معلوم نہیں اس تک اس کا پیغام پہنچا ہے یا نہیں ؟ سارہ قابیل کے پاس جائے گی یا نہیں ؟

انشائیہ

یاسمین فرخ

اینڈرائیڈ فون، ماسی اور ٹک ٹاک

اینڈرائیڈ فون کی ایپس نے دنیا کو تو کیا ایسے ایسے دنیا والوں کو بدل ڈالا کہ آپ کچھ منٹوں کے لیے سکتے میں آ جاتے ہیں۔ جیسے زینت آپا کی کام والی یعنی ماسی۔ جسے سابقہ کام والی کہنا چاہیے کیونکہ وہ چار سال پہلے کام چھوڑ کر چلی گئی تھی اور ان دنوں "آئی فون" لیے گھومتی نظر آتی ہے۔

جی ہاں آپ نے بالکل درست سُنا۔ اس کے پاس "آئی فون" ہی نہیں بلکہ ایک عدد سیکنڈ ہینڈ سوزوکی مہران بھی ہے، خاصی اچھی حالت میں۔

کسی شاپنگ مال میں زینت آپا سے اپنی اس سابقہ کام والی کا آمنا سامنا ہوا تو وہ اس کے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر ہکا بکا رہ گئیں۔ سابقہ کام والی یعنی ماسی ایک معروف پاکستانی برینڈ کا سوٹ پہنے اور چارلس اینڈ کیتھ کا بیگ پکڑے، بیسکن روبنز کی آئس کریم خرید رہی تھی۔ زینت آپا نے فوراً گھبرا کر اپنا جائزہ لیا کیونکہ وہ یونہی سبزی گوشت لینے چلی آئی تھیں۔ اس وقت وہ اپنی سابقہ کام والی یعنی ماسی کے سامنے خود ماسی لگ رہی تھیں۔

"کیسی ہو زینت؟"

جب وہ اُن کے ہاں کام کرتی تھی تو "باجی جی" کہا کرتی تھی۔

"مم، میں، میں، تم۔۔۔ تم صائمہ ہو کیا؟"

زینت آپا ہڑبڑائیں۔ اُنہیں اس کا یہ انداز تخاطب بہت بُرا لگا۔ یعنی صرف "زینت" نہ "جی" اور نہ "باجی"۔

"کیسی ہو؟ بچے وچے کیسے ہیں؟" زینت آپا اس قدر بوکھلائی ہوئی تھیں کہ اس کے کسی سوال کا جواب ہی نہیں دے پائیں۔

شاپنگ مال سے باہر نکلتے ہوئے صائمہ (سابقہ کام والی یعنی ماسی) نے اپنی کار میں انہیں لفٹ کی بھی آفر کی۔ مگر زینت آپا کو کہاں گوارا تھا کہ سابقہ کام والی یعنی ماسی کی گاڑی میں بیٹھے، قدرے درشت لہجے میں جب انہوں نے انکار کیا تو صائمہ نے جل کر کہا:

"باجی تُسی تے مینوں ویکھ کے سڑای گئے ہو، کی سانوں وی چنگی زندگی جین دا حق نئیں" یہ کہتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

صائمہ کی اس انقلابی معاشی تبدیلی کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے پہلے یوٹیوب چینل بنانا تھا، جسے وہ "یائو ٹوب" کہتی تھی۔ اس کے بعد ٹک ٹاک پر ویڈیو بنانے کا ہنر سیکھا۔

اکثر وہ جان پہچان والوں کو کہتی ہے کہ "میرا سِنک (لنک) سیو کر لوتے میرے ٹُک ٹُک (ٹِک ٹاک) ویکھ کے لائق ضرو کریو جی"۔

اسے ابھی تک "لنک" لفظ یاد نہیں ہوا۔ سنک ہی کہتی ہے شاید اس لیے کہ سنک میں برتن دھوتے ایک عمر گزری تھی۔ یہ تو معلوم نہیں ہوا کہ اس نے ان "فنون جدیدیا" میں ملکہ کب اور کیسے حاصل کیا لیکن کیا کمال حاصل کیا۔ خبر رکھنے والے بتاتے ہیں کہ اُس نے چار سال قبل پہلی ویڈیو "صائمہ کی زندگی کا ایک دن" کے عنوان سے یوٹیوب پر اپ لوڈ کی تھی۔ جس میں وہ دکھاتی ہے کہ وہ علی الصبح نماز فجر سے اپنے دن کا آغاز کرتی ہے، پھر قرآن مجید پڑھتی ہے۔ اس کے بعد اس ویڈیو میں محنت اور امانت داری پر ایک پانچ منٹ کا بھاشن دیتی ہے. وہ بھی ایسے صوفیانہ اور پُر یقین لب و لہجے میں کہ دیکھنے والیوں نے صائمہ کو "معیارِ ماسی" بنالیا۔ کوئی کام والی کام کے لیے آتی تو اکثر باجیاں اس خواہش کا اظہار کرتیں کہ بس ہمیں بھی صائمہ جیسی نیک صفت کام والی چاہیے۔

زینت آپا نے سُن تو رکھا تھا کہ چار سال پہلے کام چھوڑ کر چلی جانے والی اس صائمہ نے کوئی یوٹیوب چینل بنالیا ہے۔ مگر اُنہیں آج سے پہلے تک یقین نہیں آتا تھا کہ نری اَن پڑھ اور بات چیت کے ڈھنگ سے قطعی ناآشنا کیسے یوٹیوب چینل بنا سکتی ہے۔

"بھلا ایک کام والی کا کیا کام یوٹیوب چینل سے، دو لفظ تو ڈھنگ سے ادا نہیں ہوتے"۔ انہوں نے خبر

دینے والی پڑوسن کو جواب دیا مگر آج صائمہ کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر وہ تو چکرا سی گئیں۔

انہوں نے گھر آ کر سب سے پہلے اپنے فون پر صائمہ کی ویڈیوز تلاش کیں تو انہیں پہلی ویڈیو باآسانی مل گئی۔ ویڈیو میں اُن کی یہ سابقہ کام والی یعنی ماسی اور موجودہ صائمہ بے حد حسین و جمیل لگ رہی تھی۔ نین نقش تو اچھے تھے ہی، فون میں فلٹر کی سہولت نے اسے تھوڑی سی "مدھو بالا" بنا ہی دیا تھا۔

اس ویڈیو میں اتفاق سے زینت آپا کی نظر اپنے اس سوٹ پر پڑی جو اسی کام والی یعنی ماسی کے "دور اقتدار" میں لاپتہ ہو گیا تھا اور پوچھنے پر صائمہ نے کمال معصومیت سے اس سوٹ سے لاعلمی کا اظہار کر کے صاف دامن چھڑا لیا تھا۔ اپنے سوٹ کو دیکھ کر زینت آپا غصّے میں بُڑبڑائیں:

"بڑی امانت دار بنی پھرتی ہے، چور کہیں کی"۔

ویڈیو میں صائمہ جس محنت کا پرچار کرتی نظر آئی اسے دیکھ کر زینت آپا کی یادداشتیں تڑپ کر بیدار ہونے لگیں۔ ان کے ہاں اس نے چھ برس کام کیا تھا۔ دس مرلے کی گھر کی صفائی کے لیے دس گھنٹے بھی کم ہوتے۔ سات آٹھ کپڑے دھونے کو دے دیئے جاتے تو پھر گھر کا کوئی اور کام اس دن تو کم سے کم نہ ہوتا۔ اگلے شام کی سبزی آج ہی بنوا لیں کیونکہ آلو چھیلنے اور مٹر نکالنے کے لیے پہلے ٹی وی آن ہوتا، پھر ایک کپ چائے بنتی اور پھر "ہم" اور "جیو" پر نشر ہونے والے کم سے کم دو ڈراموں سے لطف اندوز ہونے کے بدلے سبزی بن کر کچن تک واپس آتی۔

"زینت تم نے اس اللہ ماری کو بہت ڈھیل دے رکھی ہے" ایک بار زینت کی ساس نے صائمہ کے یہ چلن دیکھ کر کہا۔

"ڈھیل نہ دوں تو کام چھوڑ کر چلی جائے گی اور دوسری اس سے بھی بڑھ کر ملے گی"۔ زینت نے جواب دیا۔

زینت آپا نے اگلی ویڈیو بعنوان "مالکوں سے وفاداری" اوپن کی۔ اس ویڈیو میں صائمہ اپنے من گھڑت تخیلاتی تجربات کی قوس قزح بکھیرتی دکھائی دی۔

"مالکوں سے وفاداری میرے اُصولوں میں سرفہرست رہی۔" صائمہ کی گفتگو شروع ہوئی۔

یہاں ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ صائمہ نے اپنی تمام ویڈیوز کی وائس اوور بھی کسی ایسی لڑکی سے کرائی ہوئی تھی جو زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھی اور اس کا لب و لہجہ خام قسم کا تھا مگر اس کی آواز میں ایسی

نرمی اور مٹھاس تھی جو کسی جوگن کو بڑی تپسیا کے بعد ودیعت ہوئی ہوتی ہے، کانوں میں رس گھولنے والی۔

اوراگلے جملے نے توان پر گویا کھولتا پانی ہی ڈال دیا۔ کہہ رہی تھی:

"مجھے میری وفاداری کی وجہ سے میری مالکن بہت پسند کرتی ہیں"۔ "ہونہہ! خاک پسند کرتی تھی" زینت آپا کو اب اس کی ایک اور در فنطنی یاد آئی۔ "اللہ ماری سارے محلے میں مجھے بدنام کرتی پھرتی رہی۔ ایک بار جب مجھے قے آئی تھیں تو محلے میں بتاتی پھرتی تھی کہ "ساڈی باجی دے کج ہون والا جے"۔ حالانکہ مجھے میرے بڑے بیٹے کے ولیمے پر بدہضمی ہوگئی تھی۔

خبر رکھنے والے بتاتے ہیں کہ صائمہ نے یوٹیوب سے تو تھوڑا بہت کمانا شروع کر دیا تھالیکن اصل ریل پیل تب ہوئی جب وہ ٹک ٹاک بنانے لگی۔ آج کل اس کے ٹک ٹاک کی بڑی دھوم ہے جن کے موضوعات اس کے یوٹیوب چینل کے موضوعات (صوفیانہ بھاشن) سے یکسر مختلف ہیں۔ ان ٹک ٹاکس میں وہ کام والی ماسیوں کو نت نئے گُر اور ٹپس دیتی دکھائی دیتی ہے۔ چند ایک میں نے بھی دیکھے ہیں۔ جیسے:

"باجیوں کو چکما دینے کا بہترین طریقہ"، "کام بگاڑو غصّہ نکالو" "باجی کے بچوں کو کیسے ڈرا کے رکھو"، میاں بیوی کی جاسوسی کے فوائد"

مزید دیکھیں: "جس دن مہمانوں نے آنا ہو تو کاموں سے جان چھڑانے کا طریقہ"، "گھر والوں میں لگائی بجھائی"، "چوری سینہ زوری کے ساتھ"، "باجی کا خضاب بنا عذاب"، "گھر کا بھید باہر لے جاو"، "مالک کے پرس کا درس" وغیرہ وغیرہ۔

اس کے یہ ٹک ٹاکس کام والیوں میں سب سے زیادہ مقبول ہیں اور وہ اب انہی کی آئیڈل بھی بن چکی ہے۔ شنید ہے کہ باجیاں بھی ہوشیار ہو رہی ہیں اور اینڈرائیڈ والی ماسیوں کو تو "نو" ہی کہہ رہی ہیں۔ اس ڈر سے کہیں صائمہ کے ٹک ٹاکس کے نسخوں کی تجربہ گاہ ان کے گھر ہی نہ بن جائے۔

نظم

محمد وقاص رشید

"صالحات"

رب کی تخلیق ہے یہ حسیں کائنات
جس میں جاری ہے انساں کا سفرِ حیات

ایک دن جس کو ہونا ہے آخر تمام
اس مسافت کا ہونا ہے اک اختتام

آ کے رہنی ہے اک دن سبھی پر قضا
روبرو رب کے ہونا ہے روز جزا

جب زمیں پر تھے آدم اتارے گئے
اس سفر میں وہ ہرگز اکیلے نہ تھے

نظم

ساتھ ہستی تھی اک مونس و مہرباں
اس زمیں کو بنانے کو اک آشیاں

خلد میں بھی رہی تھیں وہی ہم سفر
سنگ جن کے ہوئی زندگانی بسر

ساتھ جن کے تھا جیون کا ہر مرحلہ
کون تھی وہ وفادار اور صالحہ

آدمیت کو بخشا ہے جس نے وجود
اس کی عظمت کی کیا ہوں حدود و قیود

اصل خاتون اول وہی تھیں یہاں
گود میں جن کی قائم ہوا یہ جہاں

تب سے لے کر یہاں عہدِ حاضر تلک
اس میں شبہ ہے کوئی، نہ ہی کوئی شک

مرد کی وہ برابر مددگار ہے
اس جہاں کی مساوی وہ معمار ہے

اس پہ اترے وہ رب کے جو احکام ہیں
واشگاف اس کو قرآں کے پیغام ہیں

نظم

پھر کیوں حکم خدا سے اضافی کرے؟
ہر جہالت کی خود کیوں تلافی کرے؟

ذہن میں اس کے کیا کیا سوالات ہیں
اس کی کیا فکر ہے کیا خیالات ہیں؟

اس کا کیا خواب ہے اور کیا آرزو
کس طرح سے کرے دین کی جستجو؟

اس کی فطرت ہے کیا، کیا ہے اس کا مزاج
اس کا حق کیا اسے دے سکا یہ سماج؟

دین و دنیا کی کیا اس کی تفہیم ہے
پرورش کیا ہے کیا اس کی تعلیم ہے؟

اک مکمل بہ ایں وہ بھی انسان ہے
اس کو حاصل ہوئی کیا یہ پہچان ہے

ان سوالات کے لے کے سارے جواب
کر کے تعبیر اب اس کی آنکھوں کا خواب

غامدی سینٹر کا بھلا ہو خدا
کارنامہ کیا ہے یہ اس نے جدا

نظم

جیسے پت جھڑ میں ہو اک کلی کھل گئی
جیسے منزل کو ہو راہ سی مل گئی

جیسے ظلمت میں شب کی وہ پہلی کرن
حبس میں جیسے بادِ صبا کا چلن

عورتوں کے لیے آڈیو میگزین
جس سے ان کو ملے فہمِ دنیا و دین

ان کی ہر سوچ کا جس میں اظہار ہو
جس کا ہر جزو ہی ایک شاہکار ہو

کیا ادب کیا سخن نغمگی شاعری
علم و تحقیق کی پھیلتی روشنی

اپنی منزل کو راہِ جدا کی تلاش
اپنے باطن میں کھو کر خدا کی تلاش

دینِ برحق کی آسان تفہیم بھی
تربیت بھی یہاں ان کی تعلیم بھی

میگزین اور یوٹیوب چینل یہاں
اردو ہندی خواتین کا اک جہاں

نظم

اس میں پائیں گی وہ ساری صالح صفات
عورتوں کے لیے ہے طریقِ حیات
نیک کاروں کو جو نام دے رب کی ذات
ہے اسی نام سے میگزین "صالحات"

اللہ کا شکر ہے کہ "صالحات" کا تعارف جب کرایا گیا تو زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والی معروف اور کامیاب خواتین نے ہماری حوصلہ افزائی کی۔ یہاں ہم ان کے پیغامات شکریے کے ساتھ قارئین اور سامعین تک پہنچا رہے ہیں۔ آپ اگر خط لکھنا چاہیں، رائے دینا چاہیں یا کوئی سوال پوچھنا چاہیں تو اس ای میل پر رابطہ کر سکتی ہیں:

editorsalihaat@almawridus.org

رخسانہ افضال

(پاکستانی ہائی کمشنر، سنگاپور)

اس میگزین کے توسط سے میں دنیا بھر کی اردو اور ہندی بولنے والی خواتین سے متعارف ہو رہی ہوں۔ میری نظر میں یہ بہت اہم اور مفید پلیٹ فارم ہے جس میں خواتین بلا امتیاز مذہب، رنگ اور نسل کے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتی ہیں اور ایک دوسرے کے تجربات اور خیالات سے مستفید ہو سکتی ہیں۔ یہ بہت اچھی کاوش ہے اور میری جیسی اور پروفیشنلز خواتین کو بھی اسے سپورٹ کرنا چاہیے تاکہ ہم مل کر معاشرے کی فلاح اور اصلاح کی کوشش کر سکیں۔ آپ سب کو صالحات کے پہلے ایڈیشن پر مبارک باد اور بہت ساری نیک تمنائیں۔

منیزہ ہاشمی

(براڈکاسٹر، مصنف، ٹیلی وژن پروڈیوسر، سابق جنرل مینیجر اینڈ
ڈائریکٹر پروگرامز، پاکستان ٹیلی وژن لاہور)

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اس میگزین میں شامل کیا گیا ہے۔ میں آپ سب لوگوں کو دعوت دوں گی کہ اس میگزین کو سُنیں اور پڑھیں۔ اگر کوئی سوال آپ کے ہوں تو ہمیں بھیجیں تاکہ ہم غامدی صاحب سے اُن کے جواب لیں اور آپ تک پہنچائیں۔ میری نالج کے مطابق یہ آڈیو میگزین پہلا میگزین ہے جو خصوصی طور پر خواتین کے لیے نشر ہو رہا ہے۔ میں اسے ایک بہت بڑا معرکہ ہی کہہ سکتی ہوں میں۔

ارم سعید

(Transformational Coach &
Motivational Speaker Dallas TX U.S.)

میرے لیے یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ ایک سمعی و بصری جریدہ جاری کر رہے ہیں جو مسلمان خواتین کے ساتھ ساتھ ہر مذہب و نسل کی خواتین کی تعلیم و تربیت اور شعور و آگہی کے لیے ہے۔ خواتین کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ وہ اب یہ جان لیں کہ خلیفہ یعنی اس زمین پر بااختیار و بااقتدار ہونے کا اعزاز صرف مردوں ہی کی میراث نہیں ہے بلکہ خواتین بھی اس شرف میں برابر کی حق دار اور شراکت دار ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان خواتین اپنے اس کردار کو اللہ کے حکم کے مطابق اپنے اس فرض کو پہچانیں اور پھر اسے ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ میں بھی اسی مقصد کے تحت کام کر رہی ہوں اور اب اس جریدے کو بھی اسی مقصد کے تحت جاری کیا گیا ہے تو میرا تعاون بھی اس کے ساتھ رہے گا۔ اللہ آپ کا حامی ناصر ہو۔
آمین

نسرین آفتاب

(ماہر تعلیم۔ پرنسپل (ریٹائرڈ) گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج برائے خواتین کینٹ لاہور)

میں گزشتہ پینتیس برسوں سے المورد سے وابستہ ہوں۔ میرے لیے یہ خبر انتہائی مسرت کا باعث ہے کہ المورد امریکہ سے ملحق ادارے غامدی سنٹر آف لرننگ ڈیلس سے "صالحات" کے نام سے خواتین کے لیے ایک میگزین جاری کیا جارہا ہے۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے جسے امید ہے کہ بہت اچھے طریقے سے پورا کیا جائے گا اور یہ اسلام کی خواتین کے لیے بے آمیز تعلیم کو عام کرنے میں معاون ہوگا۔ میں اس کاوش پر پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ میری نیک تمنائیں اس میگزین کے ساتھ ہیں۔

لبنیٰ خاں

(رضاکار جی سی آئی ایل ڈیلس امریکا)

مجھے جی ایس ائی ایل کے ساتھ کام کرتے ہوئے اس بات کا شدت سے انتظار رہا کہ اس پلیٹ فارم سے خواتین کے ہاں دین کی معرفت پیدا کرنے کی جو ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس کے لیے ایک پلیٹ فارم کی شدید ضرورت ہے۔ اب جب مجھے صالحات کے اجرا کی خبر ملی ہے اور اس کے کچھ مندرجات سے ل ھی آگہی ہوئی ہے تو بہت اطمینان اور خوشی ہوئی ہے۔ میں پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

ارم نبی

(ایڈمنسٹریشن اینڈاکاؤنٹس۔ برسبن، آسٹریلیا)

میں پچھلے دس برسوں سے آسٹریلیامیں غامدی صاحب کی فکر سے منسلک ہوں۔ مجھے صالحات کے اجراء کی خبر ملی تو بہت خوشی ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ اس پلیٹ فارم کے ذریعے سے خواتین میں شعور وآگہی کاایک نیا باب رقم ہوگا۔ میرا بھرپور تعاون اس پراجیکٹ کے ساتھ ہے۔

وجیہہ حسان واحدی

میرا تعلق کراچی سے ہے۔ میں فیملی سمیت کئی برسوں سے سنگاپور میں مقیم ہوں۔ یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ میں اپنے عاجزانہ تعاون سے سنگاپور میں غامدی سینٹر آف اسلامک لرننگ کی نمایندگی کر رہی ہوں۔ ان شاء اللہ یہ پلیٹ فارم خواتین کے لیے ایک بہت ہی خوبصورت resource ثابت ہوگا۔ عورت کے علم میں جتنا زیادہ اضافہ ہوتا ہے، سوسائٹی کے لیے اتنا ہی مفید ہوتا ہے! صالحات کے اجراء کی خبر نے تو گویا مجھے مبہوت کر دیا۔ یہ تو جیسے میرے دل کی آواز ہے۔ میری تمنااور کوشش ہوگی کہ اس خیر کے کام میں میں بڑھ چڑھ کراپنا حصہ ڈالوں اوراسے توشہ آخرت بناؤں۔

تبصرہ و تعارف

اس گوشے میں ہم ایسی کتاب، فلم یا ویڈیوز پر تبصرہ و تعارف پیش کریں گے
جو قابل مطالعہ و مشاہدہ ہیں۔آپ بھی اپنی پسند کا تذکرہ کر سکتی ہیں

فلم "مہاراج"

ہدایت کار: ملہوترا پی سدھارتھ

مصنف: سنہاڈیسائی

کاسٹ: جنید خاں بن عامر خاں۔ جدیپ اہلوات

سکرین: نیٹ فلیکس

تاریخ گواہ ہے کہ نام نہاد مذہبی رہنماؤں نے اپنے ذاتی مفاد و اثر و رسوخ کے لیے مذہب کا ناجائز استعمال کیا ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ اختیارات کے اس غلط استعمال سے اکثر اس تقدس، اعتماد اور تعظیم کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے جو پیروکار اپنے مذہبی رہنما پر کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مذہبی متون کی من مانی تشریح کرتے ہوئے مقدس صحیفوں کی سیاق و سباق سے ہٹی ہوئی تشریحات کی جاتی ہیں۔ اس سے پیروکاروں کو من چاہے عمل پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس میں مالی استحصال، سماجی کنٹرول، نفسیاتی ہیرا پھیری، سیاسی اثر و رسوخ حتیٰ کہ جنسی استحصال بھی شامل ہے۔

مثال کے طور پر پیروکاروں اور عقیدت مندوں سے عطیات وصول کر کے بدلے میں روحانی بشارتیں یا مافوق الفطرت کامیابیوں کی پیش کش اور وعدے کیے جاتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے حکمرانوں نے بھی اس سلسلے میں لوگوں کے مذہبی جذبات ہی کا استعمال کیا ہے۔ آمرانہ قوانین کو نافذ کرنے اور اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے اس کا شاطرانہ استعمال کیا جاتا رہا۔ اس کے لیے عوام کی جہالت ان کی سب سے بڑی مددگار ہوتی ہے۔

تاریخ ایسے متعدد واقعات کی گواہی دیتی ہے جہاں ان مذہبی ٹھیکے داروں نے پیروکاروں خصوصاً بچوں اور عورتوں کا جنسی استحصال کرنے کے لیے اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے انہوں نے اپنے اس عمل کو عین مذہبی قرار دینے کی سفاکانہ سوچ کو عقیدت مندوں کے ناپختہ ذہنوں میں زہر کی طرح انڈیلا مگر نام "امرت" کا دیا۔ کمزور اور جاہل افراد کو مجبور کیا کہ وہ ان کے گمراہ کن احکامات کی من و عن تعمیل کریں اور یہ کہ سوچنا اور سوال اُٹھانا پاپ بلکہ گھور پاپ ہے۔

فلم "مہاراج" کا موضوع ایسے ہی ایک چہرے "مہاراج جے جے" کے پیچھے چھپی اُس کی درندگی اور سیاہ کاریوں کا پردہ چاک کرتی ہے اور کئی ایسے سوالات اُٹھاتی ہے جو نہ صرف آج کے سماج کی ضرورت ہے بلکہ اس طرح کے استحصال کو روکنے کے لیے پیروکاروں میں بیداری، تنقیدی سوچ پیدا کرنے کی بھی کاوش ہے۔

1800 کی دہائی پر مبنی یہ فلم ایک حقیقی عدالتی کارروائی "مہاراج لائل بل کیس" پر مبنی سچی کہانی ہے جو ایک نوجوان صحافی "کرسن داس" کے گرد گھومتی ہے، یہ کردار جنید خان، عامر خاں کے بیٹے نے عمدگی سے نبھایا ہے اور یہ ان کی پہلی فلم ہے۔ وہ جے جے جیسے طاقتور مہاراج کی بدکرداری اور بداعمالیوں کو بے

نقاب کرنے کے ایک جرات مندانہ مشن کا آغاز کرتا ہے۔ مہاراج، جو اپنی بادشاہی میں اختیار اور احترام کا پیکر ہے، لیکن سطح کے نیچے دھوکا دہی اور جنسی استحصال کا خوف ناک کردار ہے۔ سچائی سے پردہ اٹھانے کے لیے کرسن داس کا سفر مذہبی روایت میں الجھے سماج اور اس وقت کے طاقتور ڈھانچے کے خلاف قلم اور عزم کی جنگ سے بھرا ہوا ہے۔ مگر یہ جنگ کوئی ایکشن پیک مسالے والی نہیں، ایک پر امن مگر تجسس سے بھرپور جدوجہد پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ مذہبی شدت پندوں نے اس فلم کے ریلیز ہونے سے پہلے ہی اس پر شور مچایا اور پابندی کا مطالبہ کیا۔

فلم میں 1800 کے ممبئی اور گجرات کو بڑی سادگی مگر خوبصورتی سے دکھایا گیا ہے، عکس بندی نہایت دلکش ہے اور مکالمے بے حد جاندار۔ عدالت کی کارروائی کے دوارن کرسن داس کے عمدہ دلائل فلم کی مقصدیت کا نچوڑ ہیں۔ فلم کے ہر ہر سیٹ، ملبوسات اور مجموعی ماحول میں تفصیل سے توجہ دی گئی ہے۔ پوری فلم سامعین کی دل چسپی کو برقرار رکھتے ہوئے ایک مستحکم رفتار کو یقینی بناتی ہے۔ ساؤنڈٹریک بیانیہ کی تکمیل کرتا ہے اور کلیدی مناظر کے جذباتی اثر کو بڑھاتا ہے۔ تاہم فلم کبھی کبھار قابل پیشن گوئی کے زمرے میں آتی ہے۔ کہانی میں مزید گہرائی شامل کرنے کے لیے کچھ معاون کرداروں کو مزید تیار کیا جاسکتا تھا۔ ان معمولی کوتاہیوں کے باوجود، "مہاراج" ایک فکرانگیز اور بصری طور پر دلکش فلم کے طور پر کامیاب پیشکش ہے۔ یہ تفریح کے ذریعے سے شعور وآگہی کی ایک کامیاب کوشش قرار دی جاسکتی ہے۔

(تبصرہ: اُمِ ایقان)

تعارف کتاب

اسلام اور خواتین: حقائق اور غلط فہمیاں

زبان: اردو-انگلش

مصنف: ڈاکٹر شہزاد سلیم

اردو ترجمہ: کوکب شہزاد

پبلشر: المورد، ادارہ علم و تحقیق

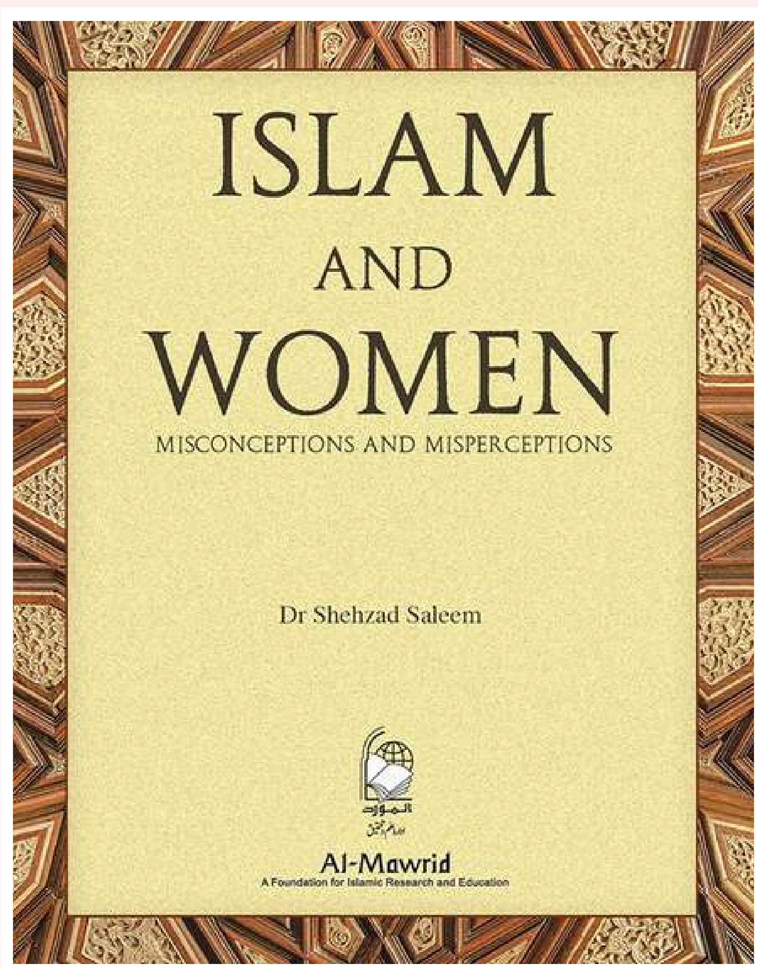

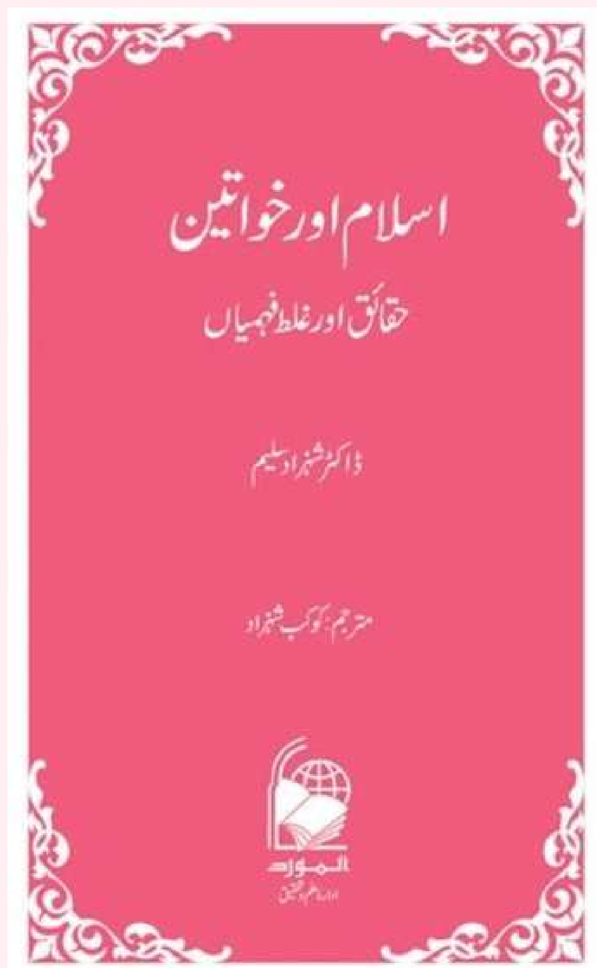

خواتین سے متعلق مختلف موضوعات کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر گزشتہ چند صدیوں سے بطور خاص زیر بحث رہا ہے۔ اگرچہ تحریک آزادی نسواں جن اصولوں پر قائم ہے، وہ اسلام سے ہم آہنگ نہیں ہیں، تاہم یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ اس تحریک کے نتیجے میں پڑھی لکھی مسلمان خواتین کے اندر ان نظریات کے بارے میں شعور پیدا ہوا ہے جو اسلام کے نام پر خواتین کے بارے میں ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ ان مسائل کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اسلام کے حوالے سے خواتین کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں، کیونکہ اس سلسلے میں اسلام کے نقطۂ نظر کو صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں گیا۔ دور حاضر میں امام حمید الدین صاحب فراہی، مولانا امین احسن صاحب اصلاحی اور استاذ جاوید احمد صاحب غامدی نے کوشش کی ہے کہ ان مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کر کے اسلام کے نقطۂ نظر کو واضح کریں۔ اس کتاب میں پیش کی گئی زیادہ تر توضیحات ان اہل علم حضرات کی تحقیقات پر مبنی ہیں۔ اس کتاب میں کم و بیش ان تمام موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے جو بہت بڑی غلط فہمیوں کا باعث بنے ہیں اور جنھوں نے یہ تاثر پیدا کیا ہے اسلام میں عورت کی حیثیت کے بارے میں غیر انسانی اور غیر فطری تصورات موجود ہیں۔

مصنف ڈاکٹر شہزاد سلیم نے ایسے موضوعات پر بھی محققانہ قلم اٹھایا ہے جن موضوعات کے بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی اور استاذ جاوید احمد غامدی کی رائے موجود نہیں، ان میں ان کے اصولوں کو سامنے رکھ کر مسائل کو واضح کیا جائے۔

اصلاً یہ کتاب انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس کا اردو زبان میں ترجمہ کوکب شہزاد نے کیا ہے۔ دونوں زبانوں میں کتاب کا اسلوب بہت عام فہم اور نہایت سادہ ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ قارئین اس سے مستفید ہو سکیں۔ یہ کتاب ہارڈ اور سوفٹ ورژن دونوں بھی موجود ہے۔